بعون صانع حکیم و بمکان فضل خلاق بیچون زیبا

تحفة الاحرار جامی

در مطبع منشی نولکشور واقع لکهنو بحسن الطباع منطبع شد

بسم الله الرحمن الرحیم

حامداً لمن جعل جنان کل عارف مخزن اسرار کماله و لسان کل واصف مطلع انوار جماله (نظم)

گنجینهٔ اسرار کمالش ماییم	آیینهٔ انوار جمالش ماییم
دور افگن استار جلالش ماییم	دستان زن اذنار نوالش ماییم

و مصلیاً علی من نظم جواهر بره و نواله و نثر صحائف منه و افضاله محمد و عترته و آله و اصحابه (رباعی)

عالی قدران عالم عشق و وفا	صدر آرایان صفهٔ صدق و صفا
هر کس به کهف زمانه در یا اسفا	وایشان زده کف که حسبنا الله کفی

اما بعد این صدف پارهٔ چندست از جستجوی کارگاه بی سرانجامی

گرد کرده شده و خزف ریزه چند از رفت و روب بزمگاه شکسته جامی فراهم
آورده شده چه قدر آن دارد که در سلک جواهر شاهوار مخزن اسرار حکیم گرامی
شیخ نظامی انتظامش دهند یا در جنب جام زرنگار مطلع انوار مورد بدائع
لفظی و معنوی امیر خسرو دهلوی نامش برند چه آن در جودت الفاظ و سلاست
عبارات بمنزله ایست که فصیح زبانان عجم در بیان اوصاف او اعجمی اند
و این در دقت معانی و لطافت اشارات بمثابه ایست که نادره گویان عالم
در معرض جواب آن معترف به ابکمی اما امیدواری چنانست که چون این میوهٔ
نیم خام از باغستان هستی و پستی رسیده و این غنچهٔ ناتمام از خارستان فروتنی
و زیردستی دمیده بحکم آنکه مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ فَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ قَدْرَهٗ نجو الهی
خوان کرم اخوان الصفا افتد و نافه کشای مشام قبول خلان الوفا گردد (نظم)

زدی جامی بدین چنگ شکسته
بمضراب فنا تارش گسسته

نوای از مقام بی مقامی
بلند آوازه در بی ننگ و نامی

درین وحشت سرای پر علائق
سماع این نوا را نیست لائق

جز آن کس کز نوای بی نوائی
کند فهم رموز آشنائی

بسمع مکرمت مسموع بادا
بحسن مغفرت مشفوع بادا

وَمِنَ اللّٰهِ الْمَسْئُوْلِ الْعِصْمَةُ وَالتَّوْفِيْقُ
وَالْعَوْنُ ـ

بسم الله الرحمن الرحیم

در فتح باب سخن به بسم الله که دندانه باشش کلید
در گنج حکیم و صدائے سبینش صلائے[۱] سر خوان کریم

بسم الله الرحمن الرحیم　　　هست صلائے سر خوان کریم
فیض کرم خوان سخن ساز کرد　　　پرده ز دستان[۲] کهن باز کرد
بانگ[۳] صریر از قلم سحر کار　　　خاست که بسم الله دستی بیار
مائدهٔ تازه برون آمده است　　　چاشنی گیر که چون آمده است
ورنه چشی نکهت آن بس ترا　　　بوئے خوشش طعمهٔ جان بس ترا
خاک بانیجا همه جانهائے پاک　　　بو[۴] که قند ریزه ازین خوان بخاک
هر که بود بر سر این خوان رهش　　　به بود آغاز به بسم اللهش
دیو که غارت گر این مرحله است　　　بسملش[۵] از خنجر این بسمله است

۱ صلا - کھانے کے لیے آواز دینا　۲ دستانِ کہن یعنی قرآن شریف جو حکماء کے نزدیک قدیم ہے　۳ یعنی قلم سے آواز نکلی کہ اس طعام کے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھا　۴ یعنی یہاں تمام جانیں خاک ہو گئی ہیں اس امید پر کہ شاید اس خوان سے کوئی ریزہ خاک پر گرے اور ہم اُس سے لذت یاب ہوں　۵ بسمل سے مراد یہاں ذبح کرنا لیا گیا ہے ۱۲ عبدالباری آسی

باکه ز پی سین[1] بودش این خطاب ... چوں سر پستان نه ام الکتاب
تا نوز پستانش شوی طفل وش ... بهر غذای دل و جان شیرکش
بسم[2] شده هر دو ز ترکیب میم ... گفتهٔ بسم حرز تو از تیغ بیم
شکل[3] چمن بین که به رحمن درست ... کز چمن خلد نشان آورست
مژده[4] دهد کز خط عنبر سرشت ... بسمله باشد چمنی از بهشت
باکه دو[5] باشد درش آمد دو تخت ... مدخل آن باغ سعادت درست
سین وی[6] از باد پر جبرئیل ... سلسلهٔ بسته به رخ سلسبیل
چشم گشا[7] چشمهٔ هر میم بین ... جاری ازاں چشمهٔ تسنیم بین

۱ه بسم اللہ میں پہلے دو حرف بے اور سین ہیں، اور پستان میں بھی بائے فارسی اور سین ہیں لہذا بسم اللہ ام الکتاب یعنی قرآن کا سرپستان ہوئی، تمام بنی نوع حیوان کا سرپستان ذریعہ پرورش ہے اور یہ رعایت بہ لحاظ ام الکتاب ہے جس کے لفظی معنی کتابوں کی ماں کے ہیں

۲ه یعنی ب اس میں م ملی تو بسم ہوا، اور بسم نے کہا "از تیغ بیم ترا حرز بسم" یعنی خوف کی تلوار سے تیری حفاظت کے لیے میں کافی ہوں

۳ه رحمٰن میں (حمن) کی شکل چمن کی سی ہے، اس کو تجنیس خطی زاید کہتے ہیں

۴ه یہی (حمن) اپنی مشابہت چمن کی وجہ سے خوش خبری دیتی ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بہشت کا ایک چمن ہے

۵ه بے کے دو عدد بحساب اعداد ابجد کے ہوتے ہیں اور دو کی یہ صورت بھی ہے ۱+۱، اور یہ صورت دروازے کی ہے لہذا معلوم ہوا کہ جس چمن کا ذکر کیا گیا ہے اس کا دروازہ یہ ہے

۶ه اس بسم اللہ کے سین کو پر جبرئیل کی ہوا لگی تو وہ تو رخ سلسبیل کا سلسلہ بن گئی، اور ظاہر ہے کہ سلسبیل میں بھی اول میں سین ہے

۷ه بسم اللہ ہی کا میم چشمۂ تسنیم میں ہے، آنکھ کھول کر دیکھ ۱۲

ہر الف از وے[۱] شجر میوہ ناک　　میوۂ آں معرفت ذاک پاک
طرۂ حور[۲] است در و لامہا　　بہر دل دیدہ وراں دامہا
ہاکہ چو حلقہ[۳] ست پے صید دل　　گشتہ ازاں طرہ بہم منفصل
راکہ بود غایت[۴] سور و سرور　　زورسدت دست بدامانِ حور
حاکہ بہشت[۵] ست اشارت نما　　بہر بہشت ست بشارت نما
نون کا نقش[۶] پاے بود میم فرق　　ماہی کوثر کہ در آبست غرق
یاکہ دہد[۷] یاد ز یاے ندا　　می زندت بانگ کہ ایں سو بیا
نہ بتامل[۸] ستدم اہتمام　　خوش بگذر بر چمن ایں کلام
کاینے آمد[۹] ز سور مختصر　　درج در و سر بسے از سور

۱ بسم اللہ کا ہر الف ایک میوہ دار درخت ہے اور اس کا میوہ خدا کی معرفت ہے ۲ بسم اللہ کے لام حور کے گیسو ہیں اور زلف کو لام سے تشبیہ دی جاتی ہے ۳ اس لام بسم اللہ سے ملی ہوئی (ہ) ایک پھندا ہے جس سے دل شکار ہوتے ہیں ۴ بسم اللہ میں رحمٰن کی جو رے ہے یہ سُور اور سرور کی انتہا ہے اور اسی سے تیرا ہاتھ دامان حور تک پہونچے گا ۵ حاے بسم اللہ جو رحمٰن میں ہے اُس کے عدد آٹھ یعنی ہشت ہیں لہذا یہ اشارت نماے بہشت ہے اور بہشت یعنی جنّت کی تجھ کو بشارت دیتی ہے ۶ نون رحمٰن جس کے اول میں میم آخر میں الف ہے وہ گویا ماہی کوثر ہے، اور نون مچھلی کو کہتے ہیں ۷ بسم اللہ کی یا یاے ندا ہے جو تجھ کو آوازیں دے کر اپنی طرف بلاتی ہے ۸ فکر کر اور اس کلام کے چمن کی سیر کر ۹ دیکھ کہ بسم اللہ سورتوں میں سے ایک مختصر آیت ہے اور اس میں بہت سی سورتوں کے بھید ہیں ۱۲ عبد الباری آسی

صورت سینش[۱] بودش یا و سین | در رقمش از همه بالانشین
نعت نخستینش بخوشتر بیان | می دهد از سورهٔ رحمن نشان
کرده معلم گه تعلیم او | فهم حوامیم ز حامیم او
بر سر این دو الف لام را | داده نشان از دو الف لام را
از پی نونش الف اندر رقم | پرده کشا گشته ز نون والقلم
سطر[۲] حروفش ز بیاض و سواد | داده‌ات از نور[۳] و دخانت یاد
فتحهٔ[۴] آن فاتح گنج ازل | کسرهٔ آن کاسر کاس امل
صورت جزمش که بود حلقه وار | گوش خرد دائم ازو حلقه وار
شانهٔ تشدید که بر لام و راست | تاج سر هدهد راه هداست
نقطهٔ بائش پی ارباب راز | تخم امید است بخاک نیاز
نقطهٔ نونش پی دفع گزند | بر سر نار است نهاده سپند

۱ بسم اللہ کے یا و سین سورۂ یسین کے بھید ہیں اسی طرح اس کا ہر حرف چنانچہ اگلے شعروں میں بیان ہے ۲ سطر و حروف بسم اللہ سے مراد ہے ۳ یعنی حروف نوری اور دخانی اور یہ دو نون قرآن کی صورتیں ہیں۔ ۴ فتحہ۔ یعنی نصب و زیر بسم اللہ، اسی طرح آئندہ شعروں میں بیان ہے کہ جزم حلقے کی مانند ہے، تشدید شانہ جو ہدہد راہ ہدایت کا تاج ہے اس کی بے کا نقطہ خاک نیاز پر تخم امید ہے اس کے نون کا نقطہ دفع نظر بد کے لیے آگ پر سپند کا کام دے رہا ہے اور دوسرے نقطے دیدۂ ملک کے نور بخشنے والے ہیں اس کے ۱۹ حرف اٹھارہ ہزار عالم قدسیاں کو جو خواص حروف کے حامل ہیں فیض پہونچا رہے ہیں، بسم اللہ کے آخر میں رحیم ہے اور یہ دلیل ہے کہ ختم کار پر فیض رحیمی سے تو بہرہ ور ہوگا ۱۲ عبد الباری آسی

وان دو دیگر شده چون مردمک — نور ده دیدهٔ ملک و ملک
نوزده حرف ست بوقت شمار — فیض رساننده بهژده هزار
وصف رحیم است شده ختم آن — صورت ختم آمده در وی عیان
این دو دلیل است که از کردگار — فیض رحیمی ست بود ختم کار

در ارداف تسمیه بتحمید که فاتحهٔ کتاب مجید و فاتح ابواب مزید است

انچه نگارد ز پی این رقم — بر سر هر نامه و بسم قلم
حمد خدائیست که از کلک کن — بر ورق باد نوید سخن
(مراد زبان ۱۲)
چون رقم او بود ازین تازه حرف — جز بثنایش نتوان کرد صرف

ثنا

لیک ثنایش ز بیان برتر است — هر چه زبان گوید ازان برتر است
نطق و ثنایش چه تمناست این — عقل و تمنّاش چه سوداست این
نیست سخن جز گره چند سست — طبع سخنور زده بر باد چست!

شوق

هیچ کشادی[1] نبود در گره — گر نبود کار بآن بند به
صد گره از رشتهٔ[2] پرتاب و پیچ — گر بگشاید در آن نیست هیچ
عقل[3] درین عقده زخود گشته گم — کرده درین فکر سر رشته گم

---

۱ یعنی اگر کام خدا سے نہ ہو تو بند ہی بہتر ہے ۲ اگر رشتہ پُر پیچ و تاب سے سو گرہ کھولیں تو اس کے اندر کچھ بھی نہ ملے گا ۳ عقل اس عقدے کی کشاد میں خود گم ہو گئی ہے ۱۲

رشتۂ فکرش کہ[1] بود پُر گہر | پر بود ایں جا ز گرہ سر بسر
می دہد ایں[2] رشتہ ز سبحہ نشاں | صد گرہ افتادہ درو مہرہ ساں
حرفے اگر زیر بود یا زبر | نیست گرہ پیش خرد جز گہر
عقل گرفتہ[3] بہ کفش سبحہ وار | عاجزی خویش کنند زاں شمار
آنکہ نہ دم می زند از عجز کیست | غایت ایں کار بجز عجز چیست
عجز بہ از ہر[4] دل دانا کہ ہست | بر در آں حی توانا کہ ہست
مرسلہ[5] بند گہر کان جود | سلسلہ پیوند نظام وجود
غرہ فروز[6] سحر خاکیاں | مشعلہ سوز شب افلاکیاں
خوان کرامت[7] نہ آیندگاں | گنج سلامت دہ پایندگاں
چشمہ کن[8] قلۂ قاف قدم | نایژہ پرداز شگاف قلم

[1] یہاں رشتہ پر گہر فکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سراسر گرہ سے بھرا ہوا ہے [2] یہ رشتۂ گرہ دار تسبیح معلوم ہوتا ہے [3] عقل اس رشتہ گرہ دار کو تسبیح کی مانند ہاتھ میں لے کر اس پر اپنی عاجزی کا شمار کر رہی ہے [4] ہر دل دانا کو زیبا یہی ہے کہ اس قادر برحق کے سامنے عاجزی کا شمار کرتا رہے [5] مرسلہ - گردن بند - مرسلہ پیوند - زینت دینے والا - یعنی گہر کان جود کا زینت دہندہ وہی خدا ہے اور نظام وجود کا سلسلہ ملانے والا وہ ہے [6] یعنی خدا ہی نے پیشانی سحر پر نور دیا ہے، اور تاروں کی رات میں وہی چراغ جلاتا ہے [7] آنے والوں کے لیے خوان کرامت وہی بچھاتا ہے اور ٹھہرنے والوں کو سلامتی کا خزانہ وہی عطا فرماتا ہے، مراد یہ کہ دنیا کو اسی سے تمام نعمتیں بہم پہونچتی ہیں [8] قاف قدم کی چوٹی پر اسی نے چشمہ بہایا، شگاف قلم کا وہی نائژہ بردار ہے ۱۲

روز بر آرندہ شبہائے[1] تار | کار گزارندۂ مردان کار
واہب[2] ہر مایہ کہ سودیش ہست | قبلہ ہر سر کہ سجودیش ہست
دائرہ[3] ساز سپر آفتاب | تیر گر باد و زرہ باف آب
عیب نہان دار ہنر پروران | عذر پذیرندہ عذر آوران
آتش[4] زن آتش سودائے عقل | تاب دہ دست تمنائے عقل
صیقلئ[5] صاف ضمیران پاک | صیرفئ گنج پذیران خاک
سر شکن[6] خامۂ تدبیرہا | خامہ کش نامۂ تقصیرہا
ایمنی وقت ہراسندگان | روشنئ دیدۂ بینندگان
تازہ کن جان ز نسیم حیات | کارگر کارگہ کائنات
ساخت[7] چو صنعش قلم از کاف و نون | شد بہزاران رقمش رہنمون
سطر نخست[8] از ورق این سواد | قدس نژادان تجرد نہاد

لہ ہر نفع رساں پونجی کا واہب وہی ہے ہر سجدہ گزار سر کا قبلہ وہی ہے عہ سپر آفتاب کا دائرہ اسی نے بنایا ہے ہوا کے تیر اُسی نے چلائے پانی کی موجوں کی زرہ اُسی نے بُنی سہ آتش سودائے عقل کو وہ بجھاتا ہے تمنائے عقل کے ہاتھ کو مروڑتا ہے ۱۲ ۴ہ صاف ضمیران پاک کے دل کا صیقل گر گنج پذیران خاک کا صراف ۱۲ (عبد الباری آسی)

۵ہ ہماری تدبیروں کے قلم کا سر توڑنے والا اور ہماری خطاؤں کو محو کرنے والا ۱۲
۶ہ جب اُس نے کاف و نون یعنی کن کہا، تو اُس سے ہزاروں مرقومات ظاہر ہوئیں یعنی بہت سے عالم پیدا ہوئے ۷ہ اس تحریر کی پہلی سطر فرشتے ہیں یعنی پہلے فرشتے پیدا ہوئے ۱۲ عبد الباری آسی

مایهٔ ایشان[1] ز هیولیٰ بری — پایهٔ ایشان ز صور برتری
جیب بقا شان ز فنا سوده نی — دامن شان ز آب و گل آلوده نی
جنبش ایشان به هنرهائے خاص — از کشش چنگ طبیعت خلاص
ناشده اقلیم[2] دوام و ثبات — تنگ بر ایشان ز حدود و جهات
سطر دوم نه فلک لاجورد — گرد یکے نقطه چو پرکار گرد
کوشش ایشان[3] به پیام سروش — گردش ایشان ز سر عقل و هوش
برده به[4] چوگان ارادت همه — گوے ز میدان سعادت همه
بلکه برقص آمده صوفی وشند — دائم ازیں رقص چو صوفی خوشند
داده بهر دور ز ادوار شان — نور دگر واهب انوار شان
سطر سوم نیست بجز چار حرف — درج بهر چار رموز شگرف
هر چه بود[5] در خم طاق سپهر — جمله ازیں چار نمودست چهر
قدرتش آنرا بهم آمیخته است — هردم ازاں نقش نو انگیخته است
نقش نخستین[6] که بود زاں جماد — کز حرکت بر در او ایستاد

۱ وہ مادّے اور صورِ جسمیہ سے بری ہیں جو مادّے کے لیے لازم ہیں ۲ ان کے لیے ثبات اور دوام کی ولایت تنگ نہیں ہوئی ۳ اس کی سب کوششیں پیامِ غیب اور آوازِ غیب کے مطابق ہوتی ہیں ۴ اپنے چوگانِ ارادت کی وجہ سے میدانِ سعادت میں وہ سب سے اعلیٰ و افضل رہے (عبدالباری آسی) ۱۲ ۵ یعنی جو کچھ آسمانوں میں ہے وہ سب نفیس چاروں عناصر کی کائنات ہے ۱۲ ۶ پہلا نقش جو اُن چار سے بنا وہ جماد ہیں یعنی پہاڑ اور معدنیات وغیرہ ۱۲

کوہ نشستہ بمقام وقار — یافتہ در قعدۂ طاعت قرار
کان کہ بود[1] خازنِ گنجینہ اش — ساختہ پُر لعل و گہر سینہ اش
ہر گہرے دیدہ رواجِ دگر — گشتہ فروزندۂ تاجِ دگر
نوبت ازین[2] پس بہ نبات آمدہ — چابک و شیرین حرکات آمدہ
بر زدہ از روزنہ خاک سر — بردہ بہ یک چند بافلاک سر
چتر برافراختہ از برگ و شاخ — ساختہ بر سایہ نشیں جا فراخ
گاہ فشاندہ ز شگوفہ درم — گاہ ز میوہ شدہ خوانِ کرم
جنبش حیوان[3] شدہ بعد از نبات — گشتہ رواں در رگش آبِ حیات
از رہِ حس بردہ[4] بمقصود بوے — پویہ کناں کردہ بمقصود روے
با دلِ خواہندہ ز جا خاستہ — رفتہ بہر جا کہ دلش خواستہ
خاتمۂ این[5] ہمہ ہست آدمی — یافتہ زو کارِ جہاں محکمی
اوّلِ فکر آخر[6] کار آمدہ — فکر کن درکار گزار آمدہ
بر کفش از عقل نہادہ چراغ — دادہ ز ہر شمع و چراغش فراغ

---

[1] کان جو اُسکے خزانے کی کلید بردار ہے لعل و گہر سے اسکا سینہ بھرا ہے [2] جمادات کے بعد نباتات پیدا ہوئے، دوسرا مصرع نبات کی صفت ہے ۱۲ [3] نباتات کے بعد حیوانات پیدا ہوئے [4] حیوانات میں حواس اور احساس پیدا ہوا [5] سب کے بعد آدمی پیدا ہوا [6] یعنی مقصود اس تکوین سے خلقت انسان ہی تھی مگر وہ سب کے بعد پیدا ہوا، اسکے بعد آدمی کے صفات بیان کئے ہیں ۱۲ (عبدالباری آسی)

کارکناں دادہ بعقل از حواس	گشتہ بہر مقصد ازاں رہ شناس
باصرہ را دادہ ز بینش نوید	راہ نمودہ بسیاہ و سفید
سامعہ را کردہ بہ بیروں دو در	تا ز چپ و راست نیوشد خبر
ذائقہ را دادہ بروے زباں	کام ز شیرینی و شور جہاں
لامسہ را نقد نہادہ بہ مشت	گنج شناسائی و نرم و درشت
شامہ را از گل و ریحان باغ	ساختہ از لطف معطر دماغ
برتنش ایں پنج حس ظاہر اند	پنج دگر کارگر[۱] اندر سر اند
کارکنان خرد اند ایں ہمہ	بہر خرد نامزد اند ایں ہمہ
تا بمددگاری ایشاں خرد	پے بشناسائی مبدع[۲] برد

نسخہ چوں غنچہ

۱؎ یعنی پانچ حواس باطنی بھی ہیں جن کے نام یہ ہیں، حس مشترک یہ وہ قوت ہے جو ان تمام صورتوں کو قبول کرتی ہے جو حواس خمسہ ظاہری میں محسوس ہوتے ہیں، لہذا حس مشترک کی مثال حوض سے دی ہے اور حواس ظاہری کی نہروں سے کہ اُن سے اس حوض میں پانی پہونچتا ہے، دوسری قوت متصرفہ، اس کا کام بعض صور کو بعض معانی سے ترکیب دینا ہے اس کو متخیلہ اور مفکرہ بھی کہہ سکتے ہیں، تیسری خیال، یہ حس مشترک کا خزانہ ہے اس کا کام ہے کہ صورتوں کی اُن کے غائب ہونے پر حفاظت کرے، چوتھی واہمہ۔ اس کا کام یہ ہے کہ نادیدہ اور دیدہ، موجود اور غیر موجود کو مرتسم کرے یہ قوت عقل کے بس میں نہیں ہے، پانچویں حافظہ اس کا کام یہ ہے کہ حواس خمسہ ظاہری سے جو چیز اس کو ملے وہ اُس کو یاد رکھے ۱۲

۲؎ مبدع ابداع کرنے والا ۱۲

جُست بہ بندہ کمرِ بندگی — بندگی مایۂ صد زندگی
زندگی یابد ازاں لایزال — در کنفِ عاطفتِ ذوالجلال
جامی اگر زندہ دلی بندہ باش — بندۂ آں زندۂ پایندہ باش
بندگیش زندگی آمد تمام — زندگی ایں باشد و بس والسّلام

مُناجات اوّل متضمّن اشارت بشواہد جود و دلائل وجود حق سُبحانہ و تعالیٰ ما اعلیٰ شانہ و ما اجلّ بُرہانہ

اے صفتِ خاص تو واجب[1] بذات — بستہ بتو سلسلۂ کائنات
گر نرسد قافلہ در قافلہ — فیض تو در ہم رود ایں سلسلہ
کون و مکاں شاہد جود تو اند — حجت اثبات وجود تو اند
دائرۂ[2] چرخ مدار از تو یافت — مرحلۂ خاک قرار از تو یافت
سینہ پر لعل و زر کاں کہ ہست — قدرتِ تو بر کمر کوہ بست
دُرِ سُخن را کہ گہر کردۂ — در صدفِ سینہ تو پروردۂ
عرصۂ گیتی کہ بود باغ ساں — تربیت لُطف تو اش باغباں

[1] واجب وہ جو اپنی ذات میں دوسرے کا محتاج نہ ہو ۱۲ (عبدالباری آسی)

[2] دائرہ۔ وہ سطح مستوی جو ایک گول خط سے محیط ہو اور جس کے بیچ میں ایک نقطہ ہو جس سے جتنے خط کھینچے جائیں وہ سب برابر ہوں ۱۲

چشمهٔ مهر است گل اصفرش | گوشهٔ فلک غنچهٔ نیلوفرش
طاسچهٔ نرگس او دور ماه | جلوه گه نسترنش صبحگاه
شاخ شگوفه است ثریا درو | سرخ شفق لالهٔ حمرا درو
سوسن آزاد وی آزادگان | سبزهٔ زیر قدم افتادگان
سرو وے آں سایه دلے سربلند | کامده از دست تهی بهره مند
اوست بنفشه که ز چرخ درشت | جامه کبود آمده و کوزه پشت
شاخ گلش قامت شوخان شنگ | غنچهٔ آن خون شده دلهاے تنگ
بلبل آن طبع سخن پروران | در چمن نطق زبان آوران
این همه آثار که نادر نماست | بر صفت هستی قادر گواست
رو بتو آریم که قادر توئی | دانیم | نظم کن سلک نوادر توئی

سلہ تونے دنیا کو ایک باغ بنا دیا ہے اور تیری مہربانی ہی اس کو سینچتی ہے، چشمۂ خورشید اُس باغ کا گل اصفر ہے اور گوشۂ فلک غنچۂ نیلوفر، دور ماہ کا چھوٹا طاس نرگس کا گملا صبح کا وقت اُس کے گل نسترن کی جلوہ گاہ، ثریا شگوفے کی بھری ہوئی شاخ، شفق لالۂ سرخ آزاد لوگ اس کے گل سوسن، اور افتادہ لوگ سبزۂ پامال، سایۂ قامت بلند اس باغ کا سرو، اگلے مصرع میں سرو کی صفت ہے، آسمان نیلگوں بنفشہ جس کا جامہ کبود ہے اور قد جھکا ہوا معشوقوں کا قد اس کی شاخ گل، اور تنگ خون شدہ دل اُس کے غنچے، اور اس باغ کی بلبل شاعروں کی طبع نازک جو چمن نطق شعرا سے تعلق رکھتی ہے، غرضکہ سب نادر اور عجیب نشانیاں قادر مطلق کی صنعت کی گواہ ہیں ۱۲ (عبدالباری آسی)

سٹہ ہم تجھ کو پوجیں گے کیونکہ قادر تو ہے اور ان جواہر نوادر کے ہار تونے بنائے ہیں ۱۲

باغ نشانی گر نه دهد زیب باغ / باغ شود بر دل نظاره داغ

ور دهدش جلوه بهر زیورے / هر ورقے باشد ازاں دفترے

ثبت درو قاعدهٔ هستیش / در هنر خویش شکسته بستیش

رنگ ده[۲] زر باغ توئی باغ ما / کارگه صنعت صباغ ما

همچو گلیم[۳] از تو شده سرخ رو / رنگ رز بہاے ثنا شرح گو

تیغ زباں آخته چوں سوسنیم / تیغ شناسائی تو می زنیم

بودی[۴] وایں باغ دل افروز نی / باشی و میدان شب و روز نی

بحر بقائے تو و عالم بر آب / منک[۵] المبدأ و الیک المآب

مناجات سوم متضمن اشارات بآنکه حقیقت حق وجود صرف و هستی مطلق

اے[۶] علم هستی ما با تو نیست / نیست بخود هست بتو هر چه هست

ذات تو هم هستی و هم هست کن / هست کن عالم نو و کهن

ـلـه اگر باغ باغ لگانے والے کا پتہ نہ دے تو دیکھنے والے کے دل پر وہ داغ کا کام کرے گا اور اگر اُس کے برعکس وہ ہر طرح سے اس کا پتہ دے تو پھر اس کا ہر ورق ایک دفتر ہے کہ جس کے اندر اس کا قاعدہ ترتیب ہستی اور اُسکی چابکدستی کا اظہار ہوتا ہے ـلـه تو ہمارے باغ کو رنگ دینے والا ہے اور ہم باغ ہیں ہماری رنگ آمیزی کی صنعت کو تو ہی مکمل کرنے والا ہے ـلـه ہم گل کی طرح سُرخرو تجھ ہی سے ہوئے اور تیری رنگریزی کے معترف ہیں ـلـه تو جب بھی تھا کہ دُنیا کا باغ نہ تھا اور تو جب بھی باقی رہے گا کہ دُنیا نہ ہوگی ـلـه تجھ ہی سے شروعات عالم ہے اور تیری ہی طرف بازگشت ہے ـلـه اے وہ ذات کہ تیری ہستی کے سامنے ہماری ہستی کچھ نہیں جو کچھ ہے وہ تجھ ہی سے ہے

هستِ[1] توئی هستیِ مطلق توئی | هست که هستی بود احق توئی
هر چه[2] بود هستی بهر مجاز | باشدش البته به هستی نیاز
آنچه نه محتاج بکس هستیش | بر همه کس ذات تو بر دستیش
نام و نشانت[3] نه و دامن کشان | می گذری بر همه نام و نشان
پست و بلند از کرمت بهره مند | با تو یکے نسبت پست و بلند
پاک[4] ز آلائش و ناپاک و پاک | با همه چون جان به تن آمیزناک
چشم مشبه ز جمال تو کور | عقل منزه ز کمال تو دور
ناقهٔ تنزیه چو تنها فتاد | پاے ز معموره بصحرا نهاد
حادی تشبیه چو محمل براند | رفت بمعموره و در گل بماند
اے[5] ز تو معموره و صحرا همه | بود تو هم بے همه و با همه
در تو نپیوندد این دو صفت جز بهم | چون نمایند تجاوز بهم

[1] تیری ہستی مطلق ہے اور تیری ہستی کے لیے کوئی شرط نہیں ہے، درحقیقت ہستی جسے کہتے ہیں وہ ہستی تو ہی ہے [2] جتنی ہستیاں ہیں انہیں کسی خالق کی ضرورت ہے لیکن تجھے نہیں، اس لیے تمام ہستیوں سے تیری ہستی بالاتر ہے [3] تیرا کوئی نام و نشان نہیں مگر حالت یہ ہے کہ ہر نام و نشان پر تیرا گزر ہوتا ہے اور تو سب کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے
[4] پاک و ناپاک کا اطلاق تجھ پر نہیں ہوتا اور سب میں مانند جان کے تو ملا ہوا ہے۔
[5] تیری بود بے ہمہ ہے اور تو ہی با ہمہ ہے تیرے اندر یہ دونوں صفات ملے ہوئے ہیں [illegible] دوسرے سے تجاوز نہیں کرتے ۱۲ (آسی)

هست[1] ز تنزیه تو تشبیه تو — نیست جز این غایت تنزیه تو
نور بسیطی[2] و غبارت نی — بحر محیطی و کنارت نی
نیست کنارت ولے صد ہزار — گوہرت از موج فتد بر کنار
موج[3] تو بود آنکہ شدی جلوہ گر — از خود و بر خود بہزاران صور
در تتق ذات تو ہر سر کہ بود — روے ور آئینۂ علمت نمود
صورت شان عکس نما شد ز ذات — ذات ز تکرار صور شد ذوات
انجمن جمع ہمہ عالم ست — رونق آن انجمن از آدم ست
با تو خود آدم کہ و عالم کدام — نیست ز غیر تو نشان غیر نام
گرچہ نمایند بسے غیر تو — نیست دریں عرصہ کسے غیر تو
گشت بہ پیدائی تو در جہان — ماندہ ز پیدائی خویشی نہان
تو ہمہ جا حاضر و من جا بجائے — میزنم اندر طلبت دست و پائے
چون فتم از پاے مرا دستگیر — انت نصیری و الیک المصیر

---

[1] تیری تنزیہ سے تیری تشبیہ دی جا سکتی ہے اور تیری تنزیہ کی غایت اس کے سوا نہیں ہے
[2] بسیط زمین فراخ، یعنی تو زمین کا نور ہے اور تجھ پر کوئی غبار نہیں ہے اور تو ایسا دریا ہے کہ سب کا احاطہ کیے ہے اگر تیرا کنارہ نہیں ہے، بسیط اصطلاح حکما میں ہر شے غیر مرکب اور بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ جس کا جزو اس کے کل کے مشابہ ہو
[3] مراد یہ ہے کہ تیری ہی صورت ہزاروں صورتوں میں جلوہ گر ہوئی اور تیری ہی ذات ذوات کی صورت میں نمودار ہوئی ۱۲
(آسی)

مناجات سوم متضمن اشارات بآنکه موجب غفلت آدمی از نور شهود و دوام فیض استمرار جود اوست و اگر بالفرض یک لحظه آن فیض منقطع شدی همه کس بر آن مطلع گشتی

ای ز وجود تو نمود همه	جود تو سرمایهٔ بود همه
مبدع[۱] نو و کهن ما توئی	هست کن و نیست کن ما توئی
کارگرانند[۲] درین کارگاه	ز آتش لا سوخته در لا اله
نیست ز لا مخلصی الا ترا	حکم تبارک و تعالی ترا
فیض نوالت چو پیاپی رسد	کس بشناسائی آن کے رسد
درحسم این[۳] دائره هزل وجد	ضد مبین نشود جز به ضد
از عدم انوار قدم بازگیر	وز رقم لوح قلم بازگیر
سبحه بکش از کف روحانیان	رخنه فگن در صف نورانیان

۱ مُبدع۔ شروع کرنے والا، ایجاد کنندہ نیا کام کرنے والا ۲ یعنی بڑے بڑے کام کرنے والے بھی معرضِ فنا میں ہیں اور آتشِ لا سے جل رہے ہیں اگر کسی کو لا سے مخلصی ہے تو وہ تو ہے کُل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ۳ درحسم الخ دائرہ ہزل وجد یعنی دنیا۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے، تعرف الاشیاء باضدادہا۔ شعر ۸ تا ما بعد میں مصنف نے اسی انقلاب اور ضد کی خواہش کی ہے جیسا کہ ظاہر ہے ۱۲ (اسی)

از سر کرسی بفگن عرش را — خوان پی کرسی نهش فرش را

پایۂ کرسی ز زمین بر فرو — گرد مذلت بنشین گو برو

زلزله در گنبد خضرا فگن — یکدو سه قاروره بهم در شکن

منطقه[۱] بگشا ز میان فلک — تیر بیفگن ز کمان فلک

باز کشا عقد ثریا ز هم — ساز جدا پیکر جوزا ز هم

گاو چرا خوارۂ این مرغزار — شیر جهان خوار فنا را سپار

قطع کن از داس اجل خوشه اش — ساز پی راه فنا توشه اش

باغ عناصر که زمینش خوش است — آب گوارنده هوا دلکش است

هست گل رسته درو آتشین — غنچۂ آن گلشن چرخ برین

بار[۲] برین باغ ز آدم تگرگ — درهم و برهم شکنش شاخ و برگ

خاص ترین[۳] میوۂ او آدمی ست — لذتش از چاشنی محرمی ست

پخته و خامش[۴] همه بر خاک ریز — بر سرش از باد اجل خاک بیز

---

۱ منطقہ سے مراد منطقۃ البروج جس پر فلک ہشتم کے بارہ برجوں نے تقسیم پائی ہے آگے چل کر مصنف نے سب برجوں کے نام وغیرہ کا ذکر شاعرانہ طور پر کیا ہے ۲ بار، امر باریدن ہے، تگرگ اولہ باغ سے مراد وہی باغ دنیا جس کا مصنف نے ذکر کیا ۳ یعنی باغ دنیا کا خاص میوہ آدمی ہے، اور اُس میوے کی لذت یہ ہے کہ وہ محرم راز قدس ہو ۱۲

۴ پختہ وخام سے مراد پیر و جوان ۔ تجربہ کار و ناتجربہ کار ۱۲ (آسی)

تا همه دانند که صانع توئی | مبدع این جمله بدائع توئی

هستی و پایندگی از تست بس | مردگی و زندگی از تست بس

جز تو کسے نیست بملک قدم | نعرۂ لمن الملک[1] فرازد علم

جامی اگر نیست ز بخت نژند | چون علم خسرویش سربلند

از علم فقر بلندیش ده | زیر علم سایه پسندیش ده

مناجات چہارم در التجا و اعتصام بذو الجلال والاکرام
در طلب توفیق در تحقیق این مقصود و مرام

ای ز کرم چاره گر کارها | مرهم راحت نه آزارها

روشنی دیدهٔ بینندگان | پردگی پردهٔ نشینندگان

عقده گشایندهٔ هر مشکلی | قبله نمایندهٔ هر مقبلی

توشه ده گوشه نشینان پاک | خوشه ده دانه فشانان خاک

بازوی تائید هنرپیشگان | قبلهٔ توحید یک اندیشگان

شانه زن زلف عروس[2] بهار | مرسله[3] بند گلو شاخسار

از نم لطفت که هوا ریخته | عقد دُر از گوش گل آویخته

لطف

[1] لمن الملک الیوم، یعنی خدائے تعالے سب کی فنا کے بعد حشر میں فرمائے گا کہ آج کے دن کون مالک ملک ہے، پھر خود ارشاد ہوگا، لله الواحد القہار ۱۲ [2] عروس دلھن، [3] مرسلہ بضم اول و کسر سوم گلو بند، مرسلہ بند گلو بند بخشنے والا ۱۲ (دامنی)

در دل محرم ز جمالت چراغ ‌‌ ‌ سینهٔ محروم ز تو داغ داغ

طاعت تو نغز ترین پیشهٔ ‌ ‌ ‌ فکرت تو مغز هر اندیشهٔ

پائے (۱) طلب راه گزار از تو یافت ‌ ‌ ‌ دست تواں قوت کار از تو یافت

بلکه توئی کارگر راستیں ‌ ‌ ‌ دست همه دست ترا آستیں

تا نه کنی تو نفقه انبسم ما ‌ ‌ ‌ تا نه دهی تو خبر نانیم ما

نیست دریں کارگه گیر و دار ‌ ‌ ‌ جز تو کسے کاید ازو هیچ کار

روے عبادت ز تو داریم بس ‌ ‌ ‌ چشم عنایت ز تو داریم بس

در کف ما مشعل توفیق نه ‌ ‌ ‌ ره به نهانخانهٔ تحقیق ده

اہل دل (۲) از نظم چو محفل نهند ‌ ‌ ‌ بادهٔ راز از قدح دل دهند

رشحه ازاں باده بجامی رساں ‌ ‌ ‌ رونق نظمش به نظامی رساں

پست (۳) چو خاکست بریز از نوش ‌ ‌ ‌ جرعهٔ از بزم گه خسروش

(۱) پائے طلب یعنی تیرا طلبگار تیری مدد کے سوا مجھے نہیں پا سکتا اس کو راستہ تو ہی بتاتا ہے آئندہ شعروں میں بھی یہی بیان ہے کہ فاعل حقیقی در اصل تو ہی ہے (۲) یہاں اہل دل سے مراد شعرائے باخدا، یعنی شعرا جب کہ نظم کی محفل آراستہ کرتے ہیں تو دل کے پیالے سے شراب اسرار و رموز حاصل کرتے ہیں تو اسی میں ایک قطرہ جامی کو دیدے کہ اس کا مرتبہ نظامی کے برابر پہونچ جائے (۳) پست چو خاک است، یعنی جامی خاک کی طرح پست ہے، یعنی جس راہ سے نظامی گزرے ہیں اسی راہ سے میں بھی گزرنا چاہتا ہوں خسرو ایسے بلند پایہ کے سر پر میں بھی ایک پھول لگانا چاہتا ہوں مراد یہ ہے کہ نظامی نے جو خمسہ لکھا ہے اور امیر خسرو نے بھی طبع آزمائی کی ہے میں بھی ویسی کتابیں لکھنا چاہتا ہوں ۱۲

(آسی)

قافیہ آں جا کہ نظامی نواست
برگذر قافیہ جامی سزاست

بر سر خسرو کہ بلند افسرست
از کفِ درویش گلی درخورست

این[1] نفس از ہمتِ دونِ من ست
وین ہوس از طبعِ زبونِ من ست

ورنہ ازانجا کہ کرمہائے تست
کے بودم رشتۂ اُمید سست

صد چو نظامی و چو خسرو ہزار
بایدم از جامِ سُخن جرعہ خوار

بر ہمہ در شعر بلندیم بخش!
مرتبۂ شعر پسندیم بخش!

پایۂ نظم ز ہمہ بگذراں
خاصہ بہ نعتِ سرِ پیغمبراں

نعت اوّل مبنی از تقدم حقیقت وے بر ہمہ حقائق امکانی بحسب مرتبۂ وجود روحانی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

اخترِ بُرجِ شرفِ[2] کائنات
گوہرِ دُرجِ صدفِ ممکنات

جنبشِ اول ز محیطِ[3] قدم
سلسلہ جنبانِ وجود از عدم

کلکِ عنایت چو رقم ساز کرد
از ہمہ پیش این رقم آغاز کرد

[1] یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے اپنی پست ہمتی اور عاجزی کی وجہ سے لکھا ہے ورنہ جہاں تیرا کرم شامل حال ہوا وہاں نظامی اور خسرو سے ہزاروں میرے جام سخن کے جرعہ خوار ہوں گے ۱۲ [2] رسول اللہ کی نعت میں کہا ہے یعنی شرف کائنات کے بُرج کے ستارے آپ ہیں، یعنی شرف دُنیا آپ ہی کی وجہ سے ہے [3] یعنی دریائے قدم سے جو پہلی موج اُٹھی وہ آپ ہیں یعنی اوّل مخلوقات و موجودات حضور ہیں ۱۲

مطلع دیباچۂ ایں ابجد است
پیشتر از حرف کہ در احمد است

نقطۂ وحدت چو قد افراختہ
از پے احمد الفے ساختہ

کرد چو قطر[1] آں الف مستقیم
دائرۂ غیب ہویت دو نیم

نیمی ازاں قوس جہانِ قدم
قوس دگر ممکن رو در عدم

بر ہدف انداختہ از دست پاک
زیں دو کماں تیر ز ہر شست پاک

صدر نشیں اوست دریں بارگاہ
کنت نبیًّا[2] بود اورا گواہ

بود ز رخ شمع نبوت فروز
آب ندیدہ گل آدم ہنوز

رفعت ازو منبر افلاک را
رونق ازو خطبۂ لولاک را

جز پے آں شاہ رسالت مآب
چرخ نزد خیمۂ زریں طناب

جز پے آں شمع ہدایت پناہ
ماہ نشد قبۂ ایں بارگاہ

---

[1] قطر وہ خط مستقیم جو مرکز پر سے گزر کر دو حصوں میں تقسیم کرے یعنی الف احمد نے قطر کی مانند ہاے ہویت کے دائرہ (ہ) کو دو حصوں پر تقسیم کیا ایک کو قوس (د) دائرہ قدم بنایا اور دوسرے کو ممکن یعنی رو در عدم بنایا، یعنی دنیاء فانی پیدا ہوئی، اور یہ ظاہر ہے جیسا کہ ایک حدیث مشہور ہے "لولاک لما خلقت الافلاک"

[2] کنت نبیا، یہ بھی ایک حدیث ہے کہ فرمایا رسول خدا نے کہ میں نبی تھا اور آدم اس وقت تک مٹی اور پانی میں تھے یعنی پیدا نہ ہوئے تھے۔
اس کے بعد تمام شعرا اسی مضمون کے ہیں کہ اوّل موجودات عالم رسول مقبول ہیں اور کچھ شعر پیچیدگی نعت میں ہیں ۱۲ (آسی)

تا نه فروغ از رخش اندوختند	مشعلهٔ مهر نیفروختند
تا نه نظر بر قدش انداختند	قائمهٔ عرش نیفراختند
خندهٔ او جان بجهان در دمید	منصب احیا بمسیحا رسید
برق وی از وادی موسی بجست	لمعهٔ نور آمد و ز آتش برست
قامت طوبی ز قدش سایه ایست	سدره ز شاخ شجرش پایه ایست
رشحه ز جام کرمش سلسبیل	مرغ هوای حرمش جبرئیل
نور جبین ناصیهٔ پاک او	حبل متین حلقهٔ فتراک او
تا زندش در خم فتراک دست	عرش برین بر سر کرسی نشست
او چو خور و صبح ویست آفتاب	صبح ز خورشید بود نوریاب
گر نه فروغی ز رخش تافتی	صبح وی این نور کجا یافتی
هست درین دائره رسمی درست	تابش مهر از پی صبح از نخست
نور فشان وست چه پیش و چه پس	منبع انوار همین او است و بس
جامی از آلایش خود دور باش	ذره صفت غرقهٔ آن نور باش

نعت دوم مبنی در صفت معراج که از آسمان رسالتش پایه ایست بس بلند و از آفتاب جلالتش سایه ایست بس ارجمند صلی الله علیه وسلم

یکشبی[1] از صبح دل افروز تر	وز شب و روز همه فیروز تر

[1] شب معراج کا بیان ہے اور آگے تمام شعر اس کے اوصاف کے ہیں ۱۲

طرّۂ او نافۂ دولت کشائے / غرّۂ او نور سعادت فزائے

بارقۂ[1] لطف درخشاں درو / ابر عنایت گہر افشاں درو

خواجہ[2] کہ آمد دو جہاں بندہ‌اش / کردہ مدد دولت پایندہ‌اش

عشق[3] رگِ جانش کشیدن گرفت / دل پی جانانش طپیدن گرفت

بر مژہ از اشک[4] رہِ خواب زد / راہِ طلب از سرِ شتاب آب زد

چوں نمِ آں ابر کرامت نثار / باز نشاند از رہِ مقصد غبار

قاصدے[5] از کشور نورانیاں / پاک ز آلایش ظلمانیاں

آمد و آورد براقے چو برق / پیکرے از نور قدم تا بفرق

اوج سپر[6] ہمچو شہاب اشہبے / حسن رخش ہمچو قمر مرکبے

رفتن او جستن[7] تیر از کماں / جستن او جست طے مکاں

پیش نرفتہ نظر[8] از گام او / بود بہم جنبش و آرامِ او

گفت کہ اے ساقی ابرار خیز / جرعہ بریں گنبدِ دوار ریز

ساختہ[9] عرش بریں فرش را / فرش قدم کن چو زمیں عرش را

---

[1] بارقہ یعنی روشنی ۱۲ [2] خواجہ کہ آمد الخ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم [3] عشق الخ یعنی آپ یاد الٰہی میں مصروف تھے [4] بر مژہ الخ یعنی آپ بحالت اشک افشانی سو گئے [5] قاصدے سے مراد جبرئیل علیہ السلام [6] یعنی شہاب ثاقب کی طرح بلندی پر چلنے والا [7] تیز روی کی صفت ۱۲ [8] نظر اس کے قدم سے آگے نہ جا سکتی تھی اس کی جنبش اور آرام ملے ہوئے تھے یعنی فوراً سفر اور فوراً ختم [9] یعنی آپکی برکت قدم سے زمین مائل عرش ہوا اب عرش کو مائل فرش بنائیے ۱۲

راه رو راست رو ما غوی	رهبر روشن نظر ما طغی
خلعت آسایش بر انداخته	جامهٔ شب رفتن ازان ساخته
پای بر آورد به پشت براق	خواند بر آفاق که هذا فراق
تافت ز بیت الحرم او را لجام	زد بطواف حرم قدس گام
بود از و گام نهادن همان	در حرم قدس ستادن همان
باز ازان جا کمر عزم جست	روی سفر کرد بقصر نخست
شد بدر خانهٔ مه آفتاب	یافت بیک حلقه زدن فتح باب
رفت دران خانه بصد عز و ناز	خانه نشینان بهزاران نیاز
سجده کنان بوسه بپایش زدن	طبل دعا کوس ثنایش زدند
کای بدرت ملک و فلک ملتجی	جئت[1] الینا و لنعم المجی
آمدی و آمدنت بس خوش است	دیدن روی تو عجب دلکش است
خاک رهت بر سر ما تاج باد	هر شب عمر تو شب معراج باد
خانه بخانه بهمین رسم و راه	سایهٔ طوبی[2] شدش آرامگاه
باز برافراخت ازان جا لوا	زو بسرا پردهٔ ثم استوی
هم نفسش[3] ز نفس بود قوت	زو شرف هم نفسی گشت فوت

در

[1] آپ ہماری طرف تشریف لائے، آپ کا آنا بہت اچھا ہے، مرحبا ۱۲ [2] طوبی ایک درخت آسمانی کا نام جس کی شاخیں ہر بہشتی کے مکان میں پہونچی ہوئی ہیں [3] یعنی حضرت جبرئیل نے آگے بڑھنے سے انکار کیا ۱۲ عبد الباری آسی

پائے ازان پایہ فراتر نہاد / عرش بزیر قدمش سر نہاد
خرقۂ تن را ز تن جان فگند / بر کتفش خلعت احسان فگند
آنگہ ازین خرقہ مجرد شدہ / جاذبۂ شوق یکے صد شدہ
خیمہ برون[۱] زد ز حدود جہات / پردۂ او شد تتق نور ذات
تیزی ہستی از و دور گشت / پردگیٔ پردہ ازان نور گشت
کیست کز آن[۲] پردہ شود پردہ ساز / زمزمۂ گوید ازان پردہ باز
ہست ز پردہ بدر این گفتگوے / بہ شود مختصر این گفتگوے
خواجہ دران پردہ بدید آنچہ دید / وانچہ نباید بزبان ہم شنید
یافت[۳] اجازت کہ ز اقلیم راز / راحلہ راند بسر منزل مجاز
کرد گذر بر سر افلاکیان / شد ز تواضع شرف خاکیان
آمدہ بر ریگ[۴] حرم بسترش / گرم ہنوز از تن جان پرورش
چون طلبیدند[۵] ازان گنج پاک / بہرۂ خود خانہ خرابان خاک
در دل ہر خانہ خرابی کہ خواست / ریخت نصیبی بہ نصابی کہ خواست
بود بیک لحظہ در آن نیم شب / آمدن و رفتن او اے عجب

۱ یعنی آپ جہات سے آگے گئے ۱۲　۲ یعنی پردہ نور ذات کے متعلق کون لکھ سکتا ہے ۱۲
۳ یعنی وہاں سے پھر عالم دنیا کو واپس ہوئے ۱۲　۴ یعنی آپ واپس تشریف لائے تو ہنوز آپ کا بستر گرم تھا　۵ یعنی زمین والوں نے جو حصہ طلب کیا تو آپ نے جس کو جتنا حصہ جس نصاب سے چاہا دے دیا ۱۲ عبدالباری آسی

بود بلے نور زمین و زماں	ہماں	در سفر نور نہ گنجد زماں
عالم ازاں نور بود مستنیر		دست بزن جامی و دامنش گیر
بو کہ ازاں جا بضیائے رسی		راہ بیابے و بجائے رسی

نعت سوم مبنی از بعضی معجزات وی کہ از حد و عد متجاوز است و نطاق نطق از احاطۂ آں عاجز صلے اللہ علیہ وسلم

اے ز تو شق خرقۂ ماہ منیر	پیش تو مہر آمدہ فرماں پذیر
قصر نبوت چو تو چوں شد بلند	کسر بمقصورۂ کسرےٰ فگند
چتر فرازندۂ فرقت سحاب	سایہ نشیں چتر ترا آفتاب
سایہ ندیدست زمیں ہیچکس	نور بود سایۂ خورشید و بس
جانت ز آلایش تن پاک بود	سایہ نینداخت بریں خاک بود
دیدۂ تو ہم ز پس و ہم ز پیش	دیدہ چو چشم ہمہ عالم ز پیش
روحی و غائب ز تو ہیچ سوے	در نظرت ہست یکے پشت و روے
شمع دو نور از تو رسد جمع را	پشت و روئے نبود شمع را
سنگ سیہ در کف تو سبحہ سنج	دل سیہاں را شدہ زاں سبحہ رنج

بیش

ـــلہ آپ کی ذات سراپا نور تھی اور سفر بھی نور کا تھا اور عالم نور میں وقت اور زمانے کی گنجائش نہیں ہوتی ـــلہ اس نعت میں آنحضرت کے اکثر معجزات کا مجملاً ذکر کیا گیا ہے ان سب معجزات کا ذکر کتب سیر میں مفصلاً مذکور ہے ۱۲

بحر کرم موج زن از مشت تو / مقسم آن فرجهٔ انگشت تو
گرسنه و تشنه هزاران هزار / گشته ازان جرعه کش و لقمه خوار
نخل که بودش بزمین سخت پا / جست بفرمودهٔ امرت ز جا
کرد بهر سو که تو خواندی خرام / ساخت بهر جا که تو گفتی مقام
بر در غاری که گزار تو بود / وز طلب خصم حصار تو بود
پرده چه را بافت یکی جانور / بیضه برای چه نهاد آن دگر
تا نرسد زحمت ز اهل خلاف / آمدن این بیضه گران درع باف
مائده کان نیم شب بیت آمده / روزی از خوان ابیت آمده
مطعمنی طعمه و یسقینی آب / انیست گوا زنده طعام و شراب
چون لب تو لقمه ز بزغاله کرد / لقمه بزیر لب تو ناله کرد
گفت که آلودهٔ زهرم مخور / گر چه بزه و تلخی زهر این شکر
قبضهٔ ریگی که فشاندی ز کف / شد بصر بی بصرانش هدف
سرمه صفت نور بصر را کفیل / بود که شد در نظر خصم میل
جامی عاجز که نوا ساز تست / بسته لب از نکتهٔ اعجاز تست
گرچه گهر وار چو تیغ آمدست / بلکه گهربار چو تیغ آمدست

خواست به نعتت گهر تابناک / ریخت ز رویش خوی خجلت بخاک

نعت چهارم در التماس ظهور از حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ای بسرا پردهٔ یثرب بخواب — خیز که شد مشرق و مغرب خراب

رفته ز دستیم[1] برون کن ز برد — دستی و بنمای یکی دستبرد

توبه ده از سرکشی ایام را — باز خر از ناخوشی اسلام را

مهد مسیح[2] از فلک آور بزیر — رایت مهدی بفلک زن دلیر

کالهٔ دجال[3] بنه بر خرش — رو به بیابان عدم ده سرش

افسر ملک[4] از سر دونان بکش — دامن دولت ز زنان بکش

باز پسان[5] را بکش از پیشگاه — داد ستم کش ز ستم کیش خواه

خامهٔ مفتی که چو انگشت آز — شد ز پی لقمه ربائی دراز

دست سیاست بکش و بشکنش — همچو نی اندر بن ناخن زنش

واعظ بد گو که به پستی ست بند — پایهٔ خود کرده ز منبر بلند

چون نه بزرگ ست ز شرعش سخن — منبر او بر سر او خرد کن

---

۱ رفته ز دستیم، یعنی ہم لوگ بالکل بیکار اور بے اختیار ہو گئے ہیں، اور اسلام عالم تباہی و بیچارگی میں ہے ۲ یعنی حضرت عیسیٰ جو زمانۂ آخر یعنی قرب قیامت میں پھر زمین پر آئیں گے ان کو بلائیے، اور امام مہدی کا جھنڈا لہرا دیجئے ۳ دجال کا اسباب اس کے گدھے کی پشت پر ڈال کر اس کو عدم میں پہونچا دیجئے ۴ کمینوں سے تاج سلطنت چھین لیجئے ۵ جو لوگ پیچھے رہنے کے قابل ہیں اور آگے بڑھ گئے ہیں، اسی طرح اگلے شعروں میں مفتی۔ واعظ۔ بد عملیوں۔ گوشہ نشینوں ان درویشوں کے لیے جو مکار ہیں وغیرہ وغیرہ سب کے لیے التجائیں کی ہیں ۱۲

صومعہ را قاعدۂ تازہ نہ — رخت خرابات بدروازہ نہ

بدعتیان را رہ سنت نمای — عزلتیان را در عزلت کشای

خرقۂ تزویر بصد پارہ کن — جان مزوّر ز تن آوارہ کن

شعلہ فگن خرمن ابلیس را — مہر شکن سبحۂ تلبیس را

گنج تو[له] در خاک نہان دیر ماند — نور تو غائب ز جہان دیر ماند

پرتو روئے تو کہ ہست آفتاب — بود ازو کشور دین نور یاب

برق فراقت چو جہان سوز شد — مشعل یارانت شب افروز شد

مشعل شان بی رخ تو بی نور کرد — صبح ہدی را شب دیجور کرد

ظلمت بدعت ہمہ عالم گرفت — بلکہ جہان جامۂ ماتم گرفت

کاش کنند از اوج عروجت رجوع — باز کند نور جمالت طلوع

دیدۂ عالم بتو روشن شود — گلخن گیتی بتو گلشن شود

دوستیان[له] چونکہ علم برکشند — ظلمتیان را بعدم درکشند

جامی[له] ازانجا کہ ہوادار تست — روئے تو نادیدہ گرفتار تست

له آپ کی ذات کہ خاک میں پوشیدہ ہوئے دیر ہوئی اور جب آپ عالم ظاہر سے باطن میں تشریف لے گئے تو آپ کے بعد بدعتیات آپ جیسے راہ نمائی کی جب وہ نہیں رہے تو جہاں میں کفر و ظلمت کا دور دورہ ہوا اور بدعت و ضلالت پھیل گئے کاش اب پھر عالم دنیا میں تشریف فرما ہوں کیونکہ طریقہ یہی ہے کہ جب دولتیوں کا زمانہ ہوتا ہے تو ظلمتی راہی عدم ہو جاتے ہیں کیونکہ میں تیرا ہوا خواہ اور دوست ہوں اگر تو اجازت دے تو تیری قدم بوسی کے لیے حاضر ہو جاؤں ۱۲ عبد الباری آسی

گر لب جان بخش تو فرمان دهد — بر قدمت سر نهد و جان دهد

نعت پنجم در آداب ضراعت امیدواران و طلب شفاعت گنهگاران

ای عربی نسبت و امی لقب — بندهٔ تو هم عجم و هم عرب
رشک[1] خوری ناقهٔ از اوج ناز — مغرب تو یثرب و مشرق حجاز
گرد سرت ابطحی و یثربی — خاک درت مشرقی و مغربی
تیغ عرب زن که فصاحت تراست — صید عجم کن که ملاحت تراست
گر بقلم غالیه[2] سا نیستی — یا بخط انگشت نما نیستی
صبح تو گو دود چراغی مدار — باغ تو گو پای کلاغی مدار
چون[3] ز تو خوانند و نویسند هم — گر تو نخوانی ننویسی چه غم
از تو سیه[4] راست سپیدی امید — به که سیاهی نه نهی بر سپید
خواندنت[5] این بس که سخن رانده — دور روان را بخدا خوانده

[1] آپ رشک آفتاب ہیں آپکا مشرق ملک عرب اور مدینہ مغرب ہے [2] اگرچہ آپ بذات خود نہ کچھ لکھتے ہیں اور نہ پڑھتے ہیں مگر [3] آپ کا علم و عمل زندہ ہے اور اسی پر تمام زمانہ عامل ہے تو آپکے نہ پڑھنے اور نہ لکھنے کا کوئی غم نہیں [4] آپ سے سیاہ کاروں کو سپیدی کی امید ہے آپ کیوں سپید کو سیاہ کریں یعنی کاغذ سفید پر سیاہی سے کیوں کچھ لکھیں [5] آپ کا یہی پڑھنا ہے کہ آپ نے زبان فصاحت بیان سے کچھ فرمایا اور دور کے چلنے والوں کو خدا کی طرف بلایا ۱۲ عبدالباری آسی

گوش[1] جهاں گاه خدا خوانیت — درج گهر شد ز سخن رانیت
گر شده[2] مانده ازیں درج دور — یا شررے ندهد ازیں برج نور
زاں نشود تهمت ایں درج را — زیں نرسد ظلمت ایں برج را
لعل لبت چوں شکر افشاں کند — کشور جاں را شکرستاں کند
طوطی طبعم که ثنا خوان تست — در هوس یک شکر افشان تست
بو که کنم تازه ثنا خوانیئ — زیں شکرستاں شکر افشانیئ
خار جفا ریخت برا هم گناه — لب بکشا عذر گناهم بخواه
تا فتد ایں بار ز گردن مرا — بوے رهائی رسد از من مرا
رسته ز خود بوسه بخاکت دهم — رو بدر روضهٔ پاکت نهم
خاطر گویا و زبان خموش — از دل پرجوش برآرم خروش
گویمت اے خواجه فقیرم ببیں — عجز نگوساری و پیریم بیں
شد الفم[3] دال ز غمهاے ژرف — لام — گوش کن از حال من ایں یک دو حرف
آمده ام باهمه آلایشے — منتظر بخشش و بخشایشے
دائره کش[4] کردم از انگشت دست — تا نزند دور فلک پشت دست

[1] لوگوں کے کان آپ کی خدا خوانی کے وقت آپ کے کلام بلاغت نظام کو سُن کر درج گوہر ہو گئے [2] اگر کوئی پوتھ اس ڈبے سے دور رہی یا کسی شرر نے اس بُرج میں نور نہ دیا تو اس ڈبے اور اس برج پر کوئی الزام نہیں آ سکتا [3] شد الفم۔ یعنی میرا قد غموں کی وجہ سے جُھک گیا [4] یعنی میں حصار کھینچ کر بیٹھا ہوں تاکہ ظلم آسماں سے بچا رہوں ۱۲ عبدالباری آسی

گردم آں دائرہ حصن امان — از خطر چرخ و جفائے زمان خطائے
از ہمہ آفات نشینم سلیم — بر در دربار تو جامی مقیم

درمنقبت قطب الطریق غوث الخلائق خواجہ بہاء الملۃ والدین محمد البخاری المعروف بہ نقشبند قدس اللہ تعالے سرہ العزیز

درخم[1] این دائرۂ نقشبند — چند شوی بند بہر نقش چند
نقش رہا کن سوی نقاش رو — دیدہ بہر نقش چہ داری گرو
نقش چو[2] پردہ ست تو ز افسردگی — مائل پردہ شدہ از پردگی
برفگن از پردگی[3] این پردہ را — گرم کن از وے دل افسردہ را
رستن[4] ازیں پردہ کہ بر جان تست — بے مدد پیر نہ امکان تست
واں گہر پاک[5] نہ ہر جا بود! — معدن آں خاک بخارا بود!

[1] مراد یہ کہ اس دائرۂ آسمانی کے نیچے تو ہر نقش کا کب تک گرویدہ رہے گا ۱۲
[2] نقش کی حقیقت پردے سے زیادہ نہیں ہے اور تو پردے ہی کا شیدائی ہو گیا ہے، یہ تیرے دل کی افسردگی کا سبب ہے ۱۲ [3] پردے کو پردے میں رہنے والے پر سے اُٹھا دے اور اپنے فسردہ دل کو گرم کر [4] مگر اس پردے کو اٹھانا تیرے امکان میں نہیں اور یہ کام بغیر پیر کی مدد کے نہیں ہو سکتا ۱۲ [5] اور پیر جو ایک گوہر پاک ہے صرف بخارا ہی میں مل سکتا ہے ہر جگہ نہیں مل سکتا ۱۲ عبدالباری آسی

سکہ[۱] کہ در یثرب و بطحا زوند   نوبت آخر بہ بخارا زوند
از خط آن سکہ[۲] نشد بہرہ مند   جز دل بے نقش شہ نقشبند
خواجہ کہ بستہ زسر بندگی   در صفت صفوت کمر بندگی
تاج بہا[۳] بر سر دیں را و نہاد   قفل ہوا از در دیں او کشاد
قطب یقیں نقطۂ توحید او   خلعت دیں خرقۂ تجرید او
سر فنا را بہ از و کس نگفت   دُرِ بقا را بہ از و کس نسفت
اول او آخر ہر منتہی   آخر او جیب تمنا تہی
سایہ[۴] او را قدم فرش سای   پایہ او را بسر عرش جائی
صورت[۵] او راست بمیزان شرع   جان ورا زندگی از جان شرع
حق طلباں را بنظر ہائے خاص   دادہ ز اندیشۂ باطل خلاص
ہر کہ[۶] بداں گنج عنایت رسید   رخت بدایت بنہایت رسید
راہ نمائے سفر اندر وطن   خلوتے دائرۂ انجمن

۱ اشاعت اسلام پہلے یثرب و بطحا سے ہوئی اور آخرکار پھر بخارا سے ۲ اس سکے کا نقش کسی کے دل پر نہیں بیٹھا جیسا کہ شاہ بہاءالدین نقشبند کے دل پر بیٹھا، اسکے بعد اشعار آئندہ میں خواجہ صاحب کی ثنا و صفت ہے ۳ یعنی بہاء الدین ۱۲ ۴ ظاہرا اس کا سایہ فرش پر ہے مگر اسکے مرتبے کی جگہ عرش پر ہے ۵ اس کی صورت سراپا مطابق شرع ہے اور اس کی جان گویا شرع کی جان ہے ۶ جو اس گنج عنایت تک پہونچا اس کی ابتدا انتہا ہو گئی یعنی وہ درجۂ کمال تک پہونچا ۱۲ عبد الباری آسی

کم زده بی همدمی هوش دم — درنگذشته نظرش از قدم
بسکه ز خود کرده بسر عزلت سفر — باز نمانده قدمش از نظر
وقت توجه شده[۱] جسم چون کمان — از چلهٔ خلوتیان برکران
بین که چسان کرد دو صد قافله — صید کمانی و کمان بی چله
چون ز نشانها به عیان آمده — محو نشانهاش نشان آمده
یافته در طی مقامات خویش — بی صفتی را صفت ذات خویش
سلسلهٔ نسبت پیران او — عروهٔ وثقای اسیران او
افگند آوازهٔ آن سلسله — در صف شیران جهان غلغله (ن: این) (ن: زلزله)
سفله که نامش به حقارت برد — نام خود از لوح بصارت برد
دیدهٔ خفاش بود روز کور — ورنه ز خورشید نباشد نفور (ن: نبود نفور)
طائر روحش[۲] که ازین کهنه دام — سدره نشین آمده طوبی خرام (ن: فرخنده طوبی مقام)
باد به فرخنده سفر مستقر — عند ملیک صمد مقتدر

سلہ توجہ کے وقت وہ کمان کے مانند جھک کر بیٹھتے ہیں اور خلوتیوں کی چلے کی صورت سے علیحدہ رہتے ہیں، مگر پھر بھی دیکھیے کہ بغیر کمان اور چلے کے کیونکر انھوں نے دو سو یعنی بہت سے لوگوں کو بغیر کمان کے اپنا شکار بنایا ۱۲ سلہ اس کا طائر روح جو طوبے اور سدرہ کی طرف چلا گیا ہے خدا کرے کہ وہ اچھے ٹھکانے میں اپنے خدائے حکمراں بے نیاز اور توانا کے رہے ۱۲

عبدالباری آسی

در دعائے دولت خواہی جناب ارشاد پناہی خواجہ ناصر الدین عبید اللہ ادام اللہ تعالے ظلال ارشادہ علے مفارق الطالبین الی یوم الدین

شعر

زد[1] بجہاں دولت شاہنشہی — کوکبۂ فقر عبید اللہی
آنکہ ز حریت فقر آگہ است — خواجۂ احرار عبید اللہ است
روئے[2] زمیں کش نہ سرو نی بن است — در نظرش چوں یکے ناخن است
یک[3] سر و ناخن کہ بدست آیدش — کے بره نقص شکست آیدش
لجۂ[4] بحر احدیت دلش — صورت کثرت صدف ساحلش
باشد[5] ازاں لجۂ قعر نایاب — قبۂ نہ توئے فلک یک حباب
دادہ[6] چو نم کلک گہر ریز را — شستہ ستم نامۂ چنگیز را

ف۱ زد بجہاں نوبت الخ یعنی ستارہ فقر عبید اللہ احراری رح نے دنیا میں نوبت شاہی کی حالت پیدا کر دی ہو ۱۲ ف۲ یعنی اس بے پایاں زمین کی اس کی نظر میں کچھ ایک ناخن کے برابر بھی وقعت نہیں ہے ۱۲ ف۳ فرض کردم کہ یہ کل زمین اس کو مل جائے تو دراں حالیکہ وہ اس کو ناخن کے برابر بھی نہیں سمجھتے ان کے فقر کو کیا نقصان پہونچاے ۱۲ ف۴ دریاے احدیت کا لجہ یعنی وسط یا قعر، دھارا اس کا دل ہے، اور عالم کثرت اس کے نزدیک ایسا ہے کہ جیسے کسی دریا کے ساحل پر کوئی سیپ پڑی ہو ۱۲ ف۵ اس لجے کہ جس کی گہرائی کا پتہ ہی نہیں چلتا تو تہ والا آسمان ایک حباب معلوم ہوتا ہے ۱۲ ف۶ یعنی عہد چنگیزی سے جو ظلم رائج تھے وہ اس کے زمانے میں اس کے حکم سے منسوخ ہوئے ۱۲ عبد الباری آسی

خامهٔ او کرده ز نسخ رقاع — محو خط نامهٔ ظلم از بقاع
رقعهٔ او نور ده هر سواد — بقعهٔ او ثانی خیر البلاد
تاجوران حلقه بگوش درش — یافته فر از رخ فرخ فرش
از لب شیرین چو شکر ریخته — قوت روان با شکر آمیخته
گشته ملایک مگس خوان او — راتبه خوار از شکرستان او
حلقهٔ اصحاب که گرد وی اند — بهره ور از دارو درو وی اند
دائرهٔ جمع بر امنیت ست — مرکز آن نقطه جمعیت ست
هست بآن کعبهٔ صدق طناب — نسبت شان سلسلهٔ زرناب
تا ابد این سلسله نگسسته باد — گردن ایام بدو بسته باد

در فضیلت مطلق سخن که در فضیلت وی مطلقاً سخن نیست

پیشترین نفخهٔ باغ سخن — هست نسیم چمن آرای کن
صبح دم آن نفخه که برخاست ست — خشک و تر این چمن آراست ست
زان نفس اول که قلم سر زده — سر ز نیستان عدم بر زده
گر چه قلم داد سخن داده است — بی سخن او هم ز سخن زاده است
چون ز سخن زاد سخن در گرفت — پرده ازین راز کهن برگرفت
هست سخن پرده کش راز ها — زنده کن مردهٔ آواز ها

نغمۂ خنیاگر دستان سرای — مردہ بود جز سخن جان فزای

چون سخن یار شود ساز او — جان بحریفان دہد آواز او

ہر کہ نفس[۱] را کند اثبات جان — جز سخن خوش نبود جان آن

ہست نفس قالب و جانش سخن — این سخن از زندہ دلان گوش کن

گرچہ سخن[۲] ہست گرہ ہا بباد — در گرہش بین گہر صد کشاد

ہر گرہ از وے[۳] گہر ملک بہ — بستہ دران گوہر دیگر گرہ

حرفے اگر زیر شود یا زبر — نیست گرہ پیش خرد جز گہر

نیست سخن[۴] بستۂ این صوت و حرف — مرغ سخن راست نوائے شگرف

ہرچہ فتد سر ازان در دلت — معنے نو گردد ازان حاصلت

پیش سخندان سخن ست این ہمہ — جان سخن را چہ تن ست این ہمہ

لاجرم آنان کہ زکار آگہند — گفت جہان را کلمات اللہ اند (انتہا)

زانکہ باین[۵] منہی غیب از درون — میدہد اسرار نہانی برون

(حاشیہ: نسخہ بگوید جہان)

[۱] یعنی سوائے سخن کے کسی میں طاقت نہیں کہ نفس کو باعث اثبات جان بنائے نفس بمعنی جان روح ۱۲ [۲] سخن اگرچہ خیالی چیز ہے لیکن اس کو صرف گرہ برباد نہ سمجھنا چاہیے بلکہ اس میں موتی ہیں ۱۲ [۳] ہر گوہر اس گرہ میں ایک اقلیم کی قیمت رکھتا ہے اور پھر اس گرہ میں دوسری گرہ ہے غرضکہ یہ سلسلہ غیر متناہی ہے [۴] سخن اس صوت و حرف کا محتاج نہیں اسلیے کہ مرغ سخن کی آواز نہایت عجیب اور بیرون از قیاس ہے ۱۲ [۵] یعنی سخن ہی کے ذریعے سے اسرار غیب کی خبریں دی جاتی ہیں، مطرب خوش لہجہ سخن ہی سے آواز نکال سکتا ہے آسمان نیلگوں سخن سے بھرا ہوا ہے ۱۲ عبد الباری آسی

مطرب خوش لہجہ بآیین درست — گنبد فیروزہ بآیین پر صدست

خیمہ[1] زن گلزار درون آ یکے — نرگس بینا بکشا اندکے

از پے گوشے کہ کند فہم راز — بیں دہن گل چو لب غنچہ باز

سوسن آزاد زباں در زباں — مرغ سحر خیز فغاں در فغاں

کاشف اسرار معانی ہمہ — عرضہ دہ گنج نہانی ہمہ

اینہمہ خود ہست ولے[2] زآدمی — کس نزدہ پیش در محرمی

چنگ سخن گرچہ بسے ساز یافت — از دم او نغمۂ اعجاز یافت

کشف حقائق بزبان ویست — حل دقائق ز بیان ویست

زر سخن[3] را چو نمودم عیار — از سخن زر چہ کشم بار عار

چوں فلک از آنکہ ترازو نہی — زر مہ و مہر بیکسو نہی

پلۂ دیگر صدف دُر کنی — در سخن ہیچو در ش پُر کنی

زر بساک پایہ شود چرخ سائے — در گرانمایہ نہ جنبد ز جائے

جامی اگر ہست ترا گوہرے — پاے شد آمد بکش از ہر درے

[1] گلزار میں چلکر آنکھ کھول کر دیکھ گوش شنوا کی خاطر پھول کچھ راز اپنے لب سے بیان کر رہا ہے، سوسن اور مرغ سحر خیز شور مچا رہی ہیں، اور سب کے سب اسرار معانی کہہ رہے ہیں ۱۲ [2] باوجود ان سب باتوں کے بھی انسان کی طرح کوئی محرم راز نہیں اور نہ اس سے پہلے اسرار معرفت کا عارف ہوا حقائق و معارف سب اسی کی زبان سے بیان ہوئے ۱۲ [3] جب میں نے سخن کی بانگی دکھائی ہو تو اب اس سے کیا عار کروں، اگر تو ترازو بنائے اور زر و پیہ ہر ایکطرف رکھے اور دوسرے پلے میں گوہر سخن ہوں تو مہ و مہر کے زر کا پلہ آسمان پر پہنچے گا اور سخن کا پلہ جنبش بھی نہ کھائیگا ۱۲ [4] شد آمد یعنی آمد و رفت ۱۲

برزر ہر سفلہ منہ چشم آز	ہمچو صدف با گہر خود بساز

در فضیلت کلام موزوں کہ ہر نوع از آں بحر بیت مشحون بہ لآلی مکنون و جواہر گونا گوں

ای پر از آوازۂ کوس سخن[ل]	شاہد جانہاست عروس سخن
طرفہ عروسی کہ ز زیور تہی	آید از و دلبری و دلدہی
چونکہ بزیور شود آراستہ	طعنہ زند بر مہ ناکاستہ
چوں گہر نظم حمائل کند	غارت صد قافلۂ دل کند
چوں کند از قافیہ خلخال پا	پائے خرد مند بلغزد ز جا
چوں ز دو مصراع کند ابرواں [شود قبلہ]	رخنہ فتد در دل پیر و جواں
معنی رنگیں چو کند غازہ اش	باغ شود دل ز گل تازہ اش
منکہ زہی شاہد و می زاہدم	عمر تلف کردۂ ایں شاہدم
عقل حمائل کہ بجلوہ داد	عقدۂ صبر از رگ جانم کشاد
دل کہ گرانمایہ ز اقبال اوست	طوق کش حلقۂ خلخال اوست
ابرو او گرچہ نہ پیوستہ است	راہ خلاصی بہ رخم بستہ است

ل؎ یعنی اے آسمان کہ تو آوازۂ سخن سے پر ہے، عروس سخن شاہد جاں ہے اور یہ ایسی عروس ہے کہ بغیر کسی زیور و تکلف کے یہ دلبری و دلدہی کرتی ہے اس کے بعد سخن کی ایسی ہی تعریف ہے ۱۲

مشاطہ[1] کار آرایش آغاز کرد | غازہ ز خون جگرم ساز کرد
روز و شب آوارہ کوے ویم | شام و سحر در تگ و پوے ویم
شب کہ[2] مرا دل سواد رہبرست | گر پیم از زانو و پا از سرست
از مدد ہمت والاے خویش | بر سر کرسی چو نہم پاے خویش
باز کشم پاے ز دامان فرش | سر بدر آرم ز گریبان عرش
جامۂ جسم از تن جاں بر کشم | خامہ نسیان بجہاں در کشم
بلکہ ز جاں نیز مجرد شوم | جرعہ کش بادۂ سرمد شوم
بادہ ز جام جبروتم دہند | نقل ز خوان ملکوتم دہند
ساقی سلسال و ہم سلسبیل | مطرب ہم آواز پر جبرئیل
ساقی و مطرب بہم آمیختہ | نقل معانی ہمہ جا ریختہ
بہرہ چو برگیرم ازاں بزمگاہ | از پے رجعت کنم آہنگ راہ
ہرچہ دہد دستم ازاں خوان پاک | زلہ کنم بہر حریفان خاک
بر طبق نظم بست ادب | بر نمط دلکش و طرز عجب
پردۂ تشبیہ و مجازش کنم | تحفۂ ہر محفل رازش کنم
جامی اگر اہل دلے گوش کن | سامعہ را بدرقۂ ہوش کن
ہوش بریں تحفۂ غیبی سپار | تا خردت نام نہد ہوشدار ہوشیار

[1] مشاطہ زینت دینے والی ۱۲ [2] وقت فکر شعر کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد فکر کے بعد جو نتائج حاصل ہوتے ہیں ان کا بیان ہے تا آخر داستان ۱۲ عبدالباری آسی

در تنبیہ سخنوراں و ہنر پروراں بدانچہ در بایست در شعر ناقبول طبع و مطبوع سماع افتد

گنج

قافیہ سنجاں چو در دل زنند ... در ترخ تیرہ دلاں گل زنند

ریٔے چو در قافیہ سنجی کنند ... پشت بریں دیر سپنجی کنند

تن بگدازند و ہمہ جاں شوند ... کوہ ببرند و سوکاں شوند

جانکنی دکاں کنی آئین شاں ... صیرفی خرج گہر چین شاں

اے کہ دریں کار جگر خوردۂ ... گوہر نگیں بکف آوردۂ

گوہر این کاں ہمہ یکرنگ نیست ... لؤلؤ عماں ہمہ ہمسنگ نیست

گوہر لعل از دل کاں می طلب ... ہرچہ بیابے بہ ازاں می طلب

ہر کہ بخس کردہ قناعت خسی ست ... بے طلبی کن کہ بہ از بہ بسی ست

تا نشدہ از خوے بدت دل تہی ... کے رسد از نظم تو بوے بہی

سلہ یعنی شاعر جب فکر شعر کرتے ہیں، یہ مضمون چار شعر دن تک ہے ۱۲ سلہ یہاں سے شاعروں سے خطاب ہے فرماتے ہیں کہ اے وہ شخص کہ تو نے سخن گوئی کے لیے محنت شاقہ برداشت کی ہے سلہ مطلب یہ ہے کہ فکر شعر کرتے ہوئے تمام شعر یکساں نہیں نکلتے ہیں، عمان ایک شہر کا نام ہے یمن میں چونکہ یہ شہر دریائے اعظم کے کنارے پر واقع ہے اس لیے دریا کا نام دریائے عمان رکھا ہے سعدی کا شعر ہے سہ ز دریائے عماں برآمد کسے + سفر کردہ ہامون و دریا بسے سلہ مطلب یہ کہ فکر شعر کرتا رہ اور اچھے سے اچھے مضمون کا متلاشی رہ ۱۲ ھہ جو معمولی مضمون پر قانع ہوتے ہیں وہ ادنیٰ درجے میں رہ جاتے ہیں، بہتر کا خواہشمند رہ کہ بہت سی چیزیں بہتر سے بہتر ملتی ہیں ۱۲ سلہ اچھے مضامین کے لیے ایک یہ بھی شرط لگا دی ہے کہ پہلے تو اپنے اخلاق و عادات کو درست کرے کیونکہ اچھے برے عادات کا شعر میں اثر آتا ہے ۱۲

هرچه بدل هست ز پاک و پلید   در سخن آید اثر آن پدید

جیفه[۱] چو بندد دهن جوی تنگ   آب روان گیرد ازو بوی و رنگ

چون گره نافه گشاید نسیم   غالیه بو گردد و عنبر شمیم

نظم که نسبت بگهر باشدش   به ز گهر باشد اگر باشدش

لفظ[۲] جهان گشته و معنی غریب   لیک نه بیگانه ز فهم لبیب

قافیه[۳] کیاب چو دیبای چین   وزن سبک سنگ چو ماء معین

نے رقم[۴] کلک تکلف برو   نے کلف داغ تصلف درو

یافته[۵] از صنعت وقت جمال   لیک نه بیرون ز حد اعتدال

شاهد پرورده بصد عز و ناز   بیش بمشاطه ندارد نیاز

بر رخش از غالیه مشک سای   خوب بود خال ولے یکدو جائے

خال که از قاعده افزون فتد   بر رخ معشوق نه موزون فتد

خال جمالش به تباهی کشد   روی سفیدش بسیاهی کشد

۱ جیفہ امردار، پلید، نجس ۱۲ ۲ لفظ جہاں کی طرح ہیں اور معنی مسافر کی طرح، لیکن اسکے ساتھ شرط یہ ہے کہ اگر الفاظ کے ساتھ غریب معنی آئیں تو وہ بعید از فہم نہ ہونا چاہیے ۱۲ ۳ قافیے بدیع اور بحر کا وزن نہایت رواں اور سبک ہونا چاہیے ۴ تکلف اور تصنع یعنی آورد وغیرہ سے کام نہ لیا جائے، خود ستایانہ انداز نہ ہو ۱۲ ۵ باریک بینی ہو مگر حد اعتدال سے زیادہ نہیں کیونکہ جیسے خوبصورت آدمی کو زیادہ بناؤ سنگار کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح شعر کو ضرورت نہیں ہے، جیسے معشوق کے چہرے پر ایک دو خال تو اچھے معلوم ہوتے ہیں اور باقی اس کے حسن کو خراب کرتے ہیں اسی طرح زیادہ تکلف شعر کو تباہ کرتا ہے ۱۲ عبدالباری آسی

این همه[1] گفتیم ولی زین شمار — چاشنی عشق بود اصل کار
عشق که رقص فلک از نور اوست — خوان سخن را نمک از شور اوست
جامی اگر در سخن این شور نیست — خوان سخن گر نه نهی دور نیست
مرد کرم پیش کجا خوان نهد — تا نه ز آغاز نمک دان نهد
چون نمک خوان سخن باشدت — چاشنی راز کهن باشدت

در کشف پردۂ از حقیقت دل و در بیان آنکه دل در پہلوی اہل دل شود

گلبن جان را[2] که به گل کاشتند — آرزوی غنچۂ دل داشتند
چون[3] ز گل آن گلبن تر سر کشید — غنچۂ نورستۂ دل دُر دمید (بر)
ورج دران غنچه چو اوراق گل — هرچه در آفاق چه جزو و چه کل
حسن بیان آیت تفصیل اوست (بیانش) — کون و مکان دفتر تفصیل اوست
چرخ فلک وانچه بود در خمش — وانچه خرد نام نهد عالمش
در سعت دائرۂ دل گم است — این همه چون قطرۂ و دل قلزم است
آنکه خدائی همه گنجد درو — این همه پیدا است چه سنجد درو

[1] شاعری کے لیے سوز عشق بھی ضروری ہے اگر یہ نہ ہو تو شعر بمنزلہ فضول ہے ۱۲
[2] جان کو قالب میں اس لیے ڈالا ہے کہ دل کو پیدا کیا جائے۔ جان کو پودھے سے مشابہ کیا ہے ۱۲
[3] یعنی جب اس پودھے میں غنچہ دل نمودار ہوا۔ اس کے بعد کے شعروں میں دل کے صفات درج کیے ہیں ۱۲ عبد الباری آسی

اینکه پس پردهٔ تن پردگیست | دستخوش زندگی و مردگیست
مظهر اسرار دل آمد نه گل | مطرح انوار دل آمد نه گل
دل اگر این مهره بود گر گل ست | بذ | ورنه درین مهره زخر مشکل ست
لاف خردمندی ازین مهره چند | خر هم ازین مهره بود بهره مند
هر که درین مهره چو خر دل نهاد | بذ | دُر گران مایه بخر مهره داد
تا نکنی روی[۱] بدریا دلے | نبود ت از گوهر دل حاصلے
تا نزنی خیمه به پهلوی پیر | همچو خر دل نشوی بهره گیر
هست[۲] دلت بیضهٔ مرغ نکو | نے اثر جنبش و پرش درو
تا که به جنبش رسد انگه پرش | زیر پر پیر دهش پرورش
پیر که باشد شه کون و مکان | خواجهٔ داد و ستد کن فکان
تخت نشینی ز سر افگندگی | تاج سرش خاک در بندگی
تن شده چون موی ز بیم و امید | موشده از ظلمت هستی سپید
چون مه نو لیک بتجدید تام | پشت دوتا کرده بخدمت قیام
جیب دلش مشرق انوار غیب | نور بکف کرده چو موسی ز جیب

[۱] جب تک تو کسی دریا دل یعنی ولی کامل کی طرف رجوع نہ کرے اور مرشد کامل نہ تلاش کرے ۱۲

[۲] دل ایک بیضہ کے مانند ہے نہ جنبش کر سکتا ہے اور نہ اڑ سکتا ہے اس کے بعد دوسرے شعر میں کہا ہے کہ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ اس میں جنبش اور پرواز پیدا ہو تو اس کو پیر کے نیچے رکھ اس کے بعد باقی شعروں میں پیر کی تعریف کی گئی ہے ۱۲ عبدالباری آسی

زندگی دل چو مسیح از دمش / سبزی جاں چوں خضر از مقدمش

طلعت او نور سعادت فشاں / خلعت او دامن دولت کشاں

علم یقیں بردہ بہ چرخش علم / گشتہ وے از عین یقیں دیدہ کم

سینۂ پاکیزہ اش از کبر و کیں / حصۂ بر گوہر حق الیقیں

صحبتش اکسیر ہر وجود / ہمنفسش ایثار کن بحر جود

جامی اگر نقد یقیں بایدت / جدی و جہدی بہ ازیں بایدت

پا بکش از ہر چہ بود زاں گزیر / دامن اقبال چنیں پیر گیر

صحبت اوّل با پیر روشن ضمیر در تاریکی شب ظن و تخمین و رسیدن بروز بواسطۂ وے بدولت علم الیقین!

دوش کہ چوں نور یقیں در گماں / روز شد اندر تتق شب نہاں

لہ یقین کے تین درجے بیان کیے گئے ہیں، اول علم الیقین جس کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کا اس طرح یقین ہو کہ اس میں شک شبہہ کی گنجائش نہ ہو اس حالت میں کہ اس کو دیکھا نہ ہو دوسرا درجہ عین الیقین ہے کہ کسی چیز کی کیفیت و ماہیت پر اُس کے دیکھنے کے بعد یقین کامل رکھتا ہو، مثلاً آگ کا دور سے دیکھنا، تیسرا درجہ حق الیقین ہے کہ کسی چیز پر یقین اس طرح کرنا کہ خود اس میں داخل ہو، سب سے زیادہ قوی ہے ان سب کی مثالیں یہ ہیں، ایک شخص زہر کو جانتا ہے کہ وہ قاتل ہے یہ درجہ علم الیقین کا ہے، کسی نے زہر اُس کے سامنے کھایا اور وہ مرگیا یہ درجہ عین الیقین کا ہے، اگر خود زہر کھایا اور زہر کی سمیت نے اس پر اثر کیا یہ حق الیقین ہے ۱۲ عبدالباری آسی

پردهٔ شب روی زمین را نهفت / ظلمت شک نور یقین را نهفت

برق هدایت ز سحاب کرم / شعله برافراخت علم بر علم

چشم گشادند همه روشنان / ظلمتیان را همه چشمک زنان

کامشب[1] از آن جا که طلبگاریست / نی شب خفتن شب بیداریست

چشم[2] من از چشمک شان باز شد / دولت بیداریم آغاز شد

روشنی[3] در دل تنگم فتاد / تیرگی غفلتم آمد بیاد

آه[4] تهمتن ز دلم تاب زد / اشک تأسف بچشم آب زد

سر[5] ز گریبان وفا بر زدم / ور / دست بدامان دعا بر زدم

بهر دعا از گره مشت من / بند گشا گشت هر انگشت من

دست[6] طلب بر فلک افراختم / تیر دعا بر هدف انداختم

گفتمش ای قبلهٔ آزادگان / راه نمای زره افتادگان

صنع تو اکسیر مس جانهاست / فضل تو سرمایهٔ مفلس‌هاست

[1] یعنی ستاروں نے اہل جہان کو اشارے کیے کہ یہ طلبگاری کی رات ہے، سونے کا نہیں بلکہ جاگنے کا موقع ہے [2] میری آنکھ ان کے اشارے سے کھل گئی اور میں جاگ اٹھا [3] میرے دل میں ایک روشنی ہوئی اور مجھے اپنی غفلت کا زمانہ یاد آیا ۱۲
[4] افسوس کہ آہ میرے دل سے نکلی اور عمر گذشتہ پر افسوس کے آنسو میری آنکھوں سے جاری ہوگئے [5] میں نے گریبان وفا سے سر نکالا اور میں دعا مانگنے لگا [6] میں نے آسمان کی طرف دست دعا اٹھائے اور دعا کے تیر نشانے پر پھینکنے لگا ۱۲

همت دوں رونق و نیسم ببرد ظلمت شک نور یقینم ببرد

پیش رہ[1] ہم رہبر دینی فرست بہر شبم نور یقینی فرست [شمع]

لب[2] ز دعا سیر نہ گشتہ ہنوز وقت تضرع نگزشتہ ہنوز

ناگہم از دور چراغی نمود در دل من نور فراغی نمود

پیشتر[3] آمد[4] علم نور گشت زنگ زدائے شب دیجور گشت

چون علم نور گریباں[5] شگافت طلعت خضرش ز گریباں بتافت

خضر چہ گویم کہ چو[6] خضرش ہزار بود ز سرچشمۂ او جرعہ خوار

چشمۂ خضر آتش سودائش[7] داشت زندگی از جام مسیحائش داشت [آبِ]

چشم من القصہ چو بر وی فتاد شعلہ درین خشک شدہ نے فتاد

نور یقینم ز درون بر فروخت خار و خس وہم و گمانم بسوخت

زود بجستم چو مصلی ز جائے ہمچو مصلاش فتادم بپائے

[1] یعنی میں نے خدا سے کسی رہبرِ صادق کے لیے درخواست کی ۱۲ [2] میری دعا ہنوز تمام نہ ہوئی تھی اور میں تضرع و زاری سے فارغ نہ ہوا تھا کہ یہ حال ہوا جو اگلے شعروں میں بیان کیا ہے، کہ یکایک مجھ کو ایک چراغ دکھائی دیا اور میرے دل کو ایک قسم کی فراغت ہوئی [3] وہ چراغ اور قریب آیا تو علمِ نور بن گیا، اور اس نے شبِ تاریک کو روشن کر دیا [4] اس علمِ نور نے صورتِ خضر اختیار کی [5] بلکہ وہ طلعتِ مبارک خضر سے بھی زیادہ تھی اور خضر سے بہت سے لوگ اس کے سرچشمے سے جرعہ خوار تھے، [6] چشمۂ خضر میں اس کے شوق کی آگ لگی ہوئی تھی، اور اس کے جامِ مسیحائی سے اس کو زندگی ملی تھی، اس کے بعد کے شعروں میں اپنی حالت بیان کی ہے ۱۲ (آسی)

روی چو نعلین بپا سودمش / پای زمین بوسه بفرسودمش
دست کرم کرد[1] به فرقم دراز / کای سر تو خاک براه نیاز
روی بمن کن که حبیب توام / نبض بمن ده که طبیب توام
ره که درین[2] مرحله ام داده اند / خاص برای تو فرستاده اند
باز نما علت[3] بیماریت / شرح ده اسباب گرفتاریت
گفتمش[4] ای خضر مسیحا نفس / خضر و مسیحا توئی امروز و بس
از قدمت سبزهٔ عیشم دمید / وز نفست ذوق حیاتم رسید
عین شفا شد ز تو بیماریم / به ز صد اطلاق گرفتاریم
صحبت من دولت دیدار تست / شربت من لذت گفتار تست
رشتهٔ تو شد حجت ایمان من / نور یقین زد علم از جان من
آنچه رسید از تو بجان مستقیم / باشد از آن حجت و برهان عقیم
وانچه شدم از تو بآن ره شناس / مفتح آن نیست دلیل و قیاس
بر من ازین پس غم باری نماند / بر رخ مقصود غباری نماند
تابک ازین بیم ز پا اوفتم / کز تو مبادا که جدا اوفتم
اختر بختم متواری شود / صبح یقینم شب تاری شود

[1] پیر کی توجہ کا بیان ہے [2] یعنی مجھے صرف تیرے لیے بھیجا گیا ہے [3] تو اپنی بیماری کا حال بیان کر [4] یہاں سے اپنا حال بیان کیا ہے ۱۲

گفت کہ جامی مشو اندیشناک چون شدت آئینہ ز اندیشہ پاک
باش ہمیشہ ز رہ دل بہ من آئینۂ ذات دار مقابل بہ من
تا ز فروغ کہ ز من بر تو تافت دانش تو دیدہ شود دیدہ یافت
یافتہ ترا از تو رہاند تمام جملہ یکے یابی و بس والسلام

صحبت دوم با پیر صاحب تمکین روشن شدن چشم مرید بنور عین الیقین

صبح کہ بر حاشیۂ[۱] این چمن زد علم نور فشان نسترن
ریخت ازین گلشن فیروزہ فام شاخ شگوفہ ورق سیم خام
باد سحر خیز گل افشان رسید رخت سلوکم بگلستان کشید
جلوہ گہے[۲] یافتم آراستہ سوئے بسو جلوہ گران خاستہ
بلکہ یکے صومعۂ بستہ صف اہل صفا گرد وی از ہر طرف
سبزہ مصلا[۳] ز گیا ساختہ گرد بہ گرد چمن انداختہ
سبز لباسان[۴] بہ خشوع تمام کردہ بہ بالائے مصلا قیام
مرغ چمن زمزمہ[۵] ساز ہمہ کردہ ادا وِرد نماز ہمہ

۱ یعنی صبح ہوئی اور نور پھیلا، باد نسیم چلی اور میں باغ میں گیا ۱۲ ۲ میں نے ایک جلوہ گاہ دیکھی بلکہ وہ ایک عبادت خانہ تھا کہ اہل صفا اس کے گرد اگرد صف باندھے کھڑے تھے ۱۲
۳ سبزۂ خودرو کا سبز مصلا بنایا تھا ۴ سبز لباسوں سے مراد درخت ۵ مرغان چمن جو چہچہے کر رہے تھے وہ گویا ان کا وِرد نماز ادا کر رہے تھے ۱۲

جست چنار[1] اشرف اوقات را — دست بر آورده مناجات را

و بمناجات[2] چو تلقین شده — نسترن و یاسمن آمین شده

گل که به تجرید[3] بود رهنمون — نقد خود آورده ز خرقه برون

غنچه به تعلیم طریق[4] ادب — از سخن و خنده فرو بسته لب

کرده بنفشه چو مراقب نشست — با قد خم داده سر افگنده پست

نرگس اکمه که همه دیده بود — گفت چو دیدش نه پسندیده بود

دیده جهان بین نشود جز بدوست — کور بود هر که نه بینا باوست

کحلهٔ لاله شده سرسای — میل ز مرد بدرون داده جای

با میانش الفی[5] کرده راه — گشته پی نفی سوی لا اله

قمری و بلبل[6] زده راه سماع — مستمعان کرده بوجد اجتماع

ے۱ چنار نے یہ صبح کا بہترین وقت تلاش کیا تھا، اور مناجات کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے چنار کے پتوں کو شعرا پنجۂ دست سے تشبیہ دیتے ہیں ۱۲ ے۲ چنار مناجات کے لیے ہاتھ اٹھائے تھا اور نسترن اور سیوتی وغیرہ آمین کہہ رہی تھیں ۱۲ ے۳ پھول جو طریق تجرد کا قصد رکھتا ہے اس نے اپنے نقد کو خرقے سے نکال کر لٹانا شروع کیا تھا، مراد رنگ سفید سے ۱۲ ے۴ غنچۂ طریق آداب کی تعلیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاموش تھا، اور نہ ہنستا تھا نہ بات ہی کہتا تھا ۱۲ ے۵ لالہ کی ڈنڈی کو الف سے تشبیہ دی اور لالہ میں جب درمیان میں الف آیا تو لا الہ ہو گیا ۱۲ ے۶ قمری و بلبل راہ سماع کو طے کر رہی تھیں اور سننے والے وجد میں آ رہے تھے ۱۲

بر دف گل برگ[۵۱] جلاجل شده	شاخ ز رقت متمائل شده
من بچنین[۵۲] وقت تر از یاد پیر	جان و دلم شاد با رشاد پیر
آتش شوقش ز درون شعله کش	برده ز من صبر و سکون شعله وش
گرد چمن طوف کنان میشدم	جامه دران نعره زنان میشدم
روی نمود آدمی با جمال	هست نه و نیست نه همچون خیال
چشم کشادم بتامل که کیست	آمدنش سوی چمن بهر چیست
در دلم افتاد که پیر من ست	صیقل مرآت ضمیر من ست
پردهٔ دوری چو شد از پیش دور	دیدمش آن موج فشان بحر نور
پیش دویدم[۵۳] که سلام علیک	روحی و جسمی و فوادی لدیک
گفت جوابی که چو آب حیات	داد ز اندیشهٔ مرگم نجات
از لمعات رخ و نور جبین	چشم مرا ساخت چو دل تیز بین
گشت مدد[۵۴] نور نظر نور دل	گشت بصیرت به بصر منتقل
آنچه دل[۵۵] از پیش نداشته بود	پیش بصر جمله هویدا نمود

[۵۱] دف گل پر پتے جھانجھ کا کام کر رہے تھے اور شاخ کمزوری کی وجہ سے جھکی جا رہی تھی ۱۲ [۵۲] یہاں سے اپنی حالت کا بیان ہے ۱۲ [۵۳] میں دوڑا ہوا سامنے گیا اور کہا تجھ پر سلام ہو میرا جسم و روح اور میرا دل تیرے نزدیک ہے ۱۲ [۵۴] پیر کے نور نظر کی مدد میرے دل کا نور بن گئی ۶ اور میری بصیرت بصر میں منتقل ہو گئی ۱۲ [۵۵] یعنی جو اسرار میرے دل کو بھی معلوم نہ تھے وہ میری نظر نے دیکھ لیے ۱۲

دید که عالم ز سمک تا سما[۵۱] — نیست بجز واجب ممکن نما
هستی واجب[۵۲] یکے آمد بذات — هست تعدد ز شیون و صفات
کثرت صورت ز صفاتست و بس — اصل همه وحدت ذاتست و بس
بحر یکے موج هزاران هزار — روی یکے آئینه ها بیشمار
دیده چو شد بهره ور آں ساں ز پیر — گفتمش اے خواجۂ روشن ضمیر
دیده ز یمن نظرت یافتم — وز همه با یمن ترت یافتم
آنچه مرا ز ابر نوالت رسید — سبزه ز باران بهاری ندید
وانچه ز مهرت بدل و دیده تافت — ذره ز خورشید درخشاں نیافت
مدح تو نے حوصلۂ چوں من ست — منقبت جاں نه حد هر تن ست
گفت که جامی تو کجائی هنوز — باش که تا صبح تو آید بروز
راه سلوک تو بپایاں رسد — دانش و دید تو بوجداں رسد

فارغ ازیں جسم و دل و جاں شوی
هرچه بدیدی[۵۳] بیقیں آں شوی

[۵۱] یہ معلوم ہوا کہ عالم زمین سے لے کر آسمان تک سب واجب ہے جو بصورت ممکن دکھائی دے رہا ہے ۱۲ [۵۲] ہستی واجب بہ لحاظ ذات ایک ہے، مگر یہ تعدد صرف شیون و صفات کی وجہ سے معلوم ہو رہا ہے ۱۲ [۵۳] یعنی مظہر تو درجۂ عین الیقین سے حق الیقین پر فائز ہو جائے گا ۱۲ (آسی)

صحبت سوم با پیر حقیقت بیں و یافتن مرید گوہر مقصود از تحفۂ حق الیقین

چاشت که خورشید علم بر فراشت — ظلمت سایه بزمین کم گذاشت
له هر علم از سایه فزاید پناه — جز علم خور که بود سایه کاه
خنجر زرین چو کشید از شکوه — سایه شد از دست گریزان بکوه
چهره برافروخت چو نیلی تتق — زیب دگر یافت افق تا افق
سایهٔ ظلمت ز میان دور شد — ظلمت سایه همگی نور شد
من بچنین روز ز ادبار خویش — مانده چو سایه پس دیوار خویش
تنگ شده بر دل من شهر و کوی — طوف کنان تافتم از شهر روی
پای نهادم به تماشا و گشت — رخت کشیدم سوی صحرا و دشت
عاقبتم گشت بدشتی کشید — کش نه کران بود نه پایان پدید
بادیهٔ پهن چو صحن امل — دور چو از دیدهٔ غافل اجل
بسکه برافراخته سر گردباد — خیمهٔ گردون شده کہ ذات العماد
صد گله گورش ز یمین و یسار — صد رمه آهوش بهر مرغزار
هرگز از آسیب شکار افگنان — آهو و گورش نشده تنگ زنان
بهره‌ربائی ز سگ تیزتاز — روبهش از حیله گری رشته باز

له ہر علم کا قاعدہ ہے کہ وہ سایہ سے پناہ بڑھاتا ہے اور پیدا کرتا ہے سوائے علم خورشید کے کہ وہ سایہ کو گھٹاتا ہے ۱۲ کہ چونکہ اس جنگل میں بگولے اُٹھ رہے تھے تو خیمۂ گردوں میں تھمنے لگے ہوئے معلوم ہوتے تھے ۱۲

آنچه ازو[۱] خواب برد ز اضطراب — دیدهٔ خرگوش ندیده بخواب
کنده و دانش همه دندان آز — از جگر خویش شده طعمه ساز
بود عجب بادیهٔ دلکشائے — شوق دو در قوت پا آزمائے
در هوس سیر و سفرے می زدم — در طلبش تیز قدمی زدم
سیر من آخر بمقامے رسید — کز ظفرش مژدهٔ کامے رسید
در پے آں کام شدم گامزن — نافره وحشت من آرام زن
تا بفلک رنگ یکے سبزه زار — گرد چو خورشید یکے چشمه سار
بر لب آں چشمه وضو کرده پیر — نور فشاں چهره چو بدر منیر
سبق نمودم بدعا و سلام — پیش گرفتم سبق احترام
گوش کرامت بخطابم نهاد — درج حقیقت بجوابم کشاد
لطف جوابش چو نسیم بهار — بند کشاد از دل من غنچه دار
کرد چو ایں بندکشائی مرا — داد ز هر بند رهائی مرا
رشتهٔ من از گره قید رست — بر گره هم گوهر اطلاق بست
قطرهٔ ناچیز به بحر آرمید — هستی خود را همگی بحر دید
در صور بحر چو موج بخار — یافت همه جلوهٔ خویش آشکار
چوں پے گوهر سوے دریا شتافت — هیچ گهر جز گهر خود نیافت

۱؎ یعنی وہ چیز کہ اضطراب کی وجہ سے اسکی نیند اڑا دے خرگوش نے خواب میں بھی نہ دیکھی تھی ۱۲

چون تماشا سوی خود بنگریست		هیچ ندانست که جز بحر چیست
جامی اگر زانکه زدی دست و پای		تا که بدین بحر شوی آشنای
غرقهٔ بحر آمده غواص شو		طالب در و گهر خاص شو
در دلت از شعلهٔ حالیست هست		لائق آن حسن مقالیست هست
سوختهٔ شعلهٔ حالات باش	شو	ساختهٔ شرح مقالات باش

مقالهٔ اول در آفرینش عالم که آئینهٔ جمال اسمای وصفات آفریننده [illegible] سبحانه وتعالی

شاهد خلوتگه غیب از نخست[1]	1	بود پی جلوه کمر کرده چست
آئینهٔ غیب نما پیش داشت	2	جلوه نمائی همه با خویش داشت
ناظر و منظور هم او بود و بس	3	غیر وی این عرصه نه پیمود کس
جمله یکی بود و دوئی هیچ نه	4	دعوی مائی و توئی هیچ نه
بود قلم رسته[2] ز رنج تراش	5	لوح هم آسوده ز رنج خراش
عرش قدم[3] بر سر کرسی نداشت	6	عقل سر نادره پرسی نداشت
دائرهٔ چرخ[4] بصد دخل و خرج	7	بود مسطورهٔ یک نقطه درج

له ذات پاک ایزد متعال اپنا جلوہ دکھانا چاہتی تھی مگر اس وقت تک وہ خود ہی ناظر اور خود ہی منظور تھی ۲ه لوح و قلم اس وقت تک کچھ پیدا نہ ہوئے تھے ۳ه عرش و کرسی بھی نہ تھے اور عقل اول بھی موجود نہ تھا ۴ه دائرہ چرخ ایک نقطہ میں درج تھا ۱۲ (آسی)

سقف فلک ناظر انجم[۱] نبود	۸	پشت زمین حامل مردم نبود
نطفۂ آبا[۲] بمضیق جهات	۹	بود مصون از رحم امهات
بود درین مهد فرو بسته دم	۱۰	طفل موالید بخواب عدم
دیدۂ آن شاهد[۳] نابوده بین	۱۱	معنیِ معدوم چو موجود بین
گرچه[۴] همی دید در اجمال ذات	۱۲	حسن تفاصیل شئون و صفات
خواست[۵] که در آینه های دگر	۱۳	بر نظر خویش شود جلوه گر
در خور[۶] هر یک ز صفات قدم	۱۴	روی دگر جلوه دهد لاجرم
روضۂ[۷] [illegible] جنس جهان آفرید	۱۵	باغچۂ کون و مکان آفرید

۱ نہ آسمان پر تارے تھے اور نہ زمین پر آدمی تھے ۱۲ ۲ آبا سے مراد آبائے علوی یعنی نو آسمان یا سبعہ سیارہ، امہات سے مراد امہات سفلی یعنی عناصر اربعہ یا طبقات زمین، یعنی ہنوز یہ چیزیں موجود نہ تھیں، چونکہ سبعہ سیارہ یا آسمانوں کی گردش سے زمین متاثر ہو کر موالید ثلاثہ کو پیدا کرتی ہے لہذا اول کو آبا، دوم کو امہات کہا ہے اور موالید کا آگے ذکر کیا ہے، موالید ثلاثہ سے مراد جمادات، نباتات، حیوانات ۱۲ ۳ اس شاہد کی دیکھی ہوئی چیزوں کو دیکھ، اور معدوم کے معنی موجود کی طرح دریافت کر ۱۲ ۴ اگرچہ اجمال ذات میں یہی باتیں وہ دیکھ رہا تھا اور مختلف شیون و صفات اس میں موجود تھیں ۱۲ ۵ مگر اس کی خواہش یہ ہوئی کہ دوسرے آئینوں میں اپنی نظر کو اپنا جلوہ دکھائے ۱۲ ۶ اور ہر ایک کے لائق صفات قدم سے دوسری طرح جلوہ کرے ۱۲ ۷ اسی لیے طرح طرح کے مناظر میں اپنا جلوہ دکھایا، جہاں کا باغ اور باغیچہ کون و مکاں پیدا کیا، اس کے بعد رنگا رنگی جلوہ کے متعلق اشعار لکھے گئے ہیں

کرده نهان شاخ گل در برگ خار / جلوهٔ او حسن دگر آشکار

وستان از قلم نقاش او / گل شکر از طلعت زیباش او

غنچه سخن آب شکرش کرده ساز / قفل نه در درج گهرش کرده باز

سبزه چو گل غالیه سرشته / پیش گل اوصاف خط او نوشته

بسته سوسن طرهٔ او باد را / بست گره طرهٔ شمشاد را

نرگس ... شبنم نشست / ز دره مستان صبوحی پرست

فاخته با طوق تمنای سرو / زد نفس شوق ز بالای سرو

بلبل نالنده به دیدار گل / پرده کشاد از سر اسرار گل

کبک دری پایچه بر بر زده / زد به سر سبزه قدم سر زده

قمری بنهاده به شادی دل / سوخت به داغ غم او شاد دل

مرغ سحر ساخت شتاب و عتاب / در نظر نرگس بیمار خواب

حسن به هر جا که زد از رقعه سر / عشق شد از جای دگر جلوه گر

حسن ز هر چهره که رخ برفروخت / عشق از آن شعله دلی را بسوخت

حسن به هر طره که آرام یافت / عشق دلی آمد و در دام یافت

حسن ز هر لب که شکرخنده کرد / عشق دلی را به غمش بنده کرد

حسن چو از عشق نگیرد حذر / عشق هم از وی نگریزد بسر

قالب و جانند بهم حسن و عشق / گوهر و کانند بهم حسن و عشق

از ازل این ہر دو بہم بودہ اند
جز بہم این راہ نہ پیمودہ اند

ہستی ما ہست بہ پیوندشان
نیست کس از ما ہمہ جز بندشان

حسن کشد از عشق گرفتاریے
جنس نفیس ست خریدارے

حکایت شیخ روزبہان قدس سرہ با بیوہ زنے کہ بیوۂ دل خود را شیوۂ مستوری می آموخت آتش حرمان بیدلان را می سوخت

روزبہان[۱] فارس میدان عشق
فارسیان را شہ ایوان عشق

پیش در پردہ سرایے رسید
از پس آن پردہ صدائے شنید

کز سر مہر و شفقت مادرے
گفت بخورشید لقا دخترے

کای بجمال از ہمہ خوبان فرد
پاے منہ ہر دم از ایوان برون

ترسم از افسون دو دیدار تو
کم شود انبوہ خریدار تو

نرخ متاعے کہ فراوان بود
گر ہمہ مثل جہان بود ارزان بود

شیخ چو آن زمزمہ را گوش کرد
سر محبت ز دلش جوش کرد

بانگ بر آورد کہ اے گندہ پیر
از دلت این ہیچ ہوس کندہ گیر

حسن نہ آنست کہ ماند نہان
گرچہ بود پردہ جہان در جہان

حسن کہ در[۲] پردۂ مستوری ست
زخم ہوس خوردۂ منظوری ست

[۱] ملا روزبہان ایک صوفی کامل تھے جنکی لکھی ہوئی تفسیر "عرائس البیان" بہت مقبول و معروف ہے ۱۲
[۲] حسن جو پردۂ مستوری میں رہتا ہے ہر وقت اس کو یہ تمنا رہتی ہے کہ کسی نظر کا منظور ہو ۱۲

تا ندرد[1] چادر مستوریش | جا نشود نظر منظوریش
جلوه که هر لحظه تقاضا کند | بهر دلے داں که تماشا کند
تا ز غم عشق چو شیدا شود | کوکبۂ حسن هویدا شود
جامی اگر زنده و بینندهٔ | در صف عشاق نشینندهٔ
سرمه ز خاک قدم عشق گیر | زنده بزیر علم عشق میر

مقالۂ دوم دربیان آفرینش آدم علیه السلام که آئینهٔ ذات و مظهر جمیع اسما و صفات آفرینندهٔ سبحانه و تعالی

پیش که از ابر[2] صفا نم نبود | رستهٔ گل صفوت آدم نبود
بود جهاں[3] یک بیک آئینه ها | بلکه سراسر همه گنجینه ها
هر[4] یکی گنج طلسمی دگر | نقد در و گوهر اسمی دگر
لیک نشانی ز مسمی نداشت | مظهر جمعیت اسما نداشت
شاه ازل خواست[5] چنان مظهری | چید ز دریای قدم گوهری

له جبتک کہ پردہ مستوری باقی ہے حسن کو کسی نظر میں جگہ نہیں ملسکتی اور حسن جبتک حجاب کو نہ اٹھائیگا کسی آنکھ میں جگہ نہ پائیگا ٢ه جبتک کہ ابر صفات ایزدی نہ پھیلا تھا صفوت آدم کا گل بھی نہ پھولا تھا ١٢
٣ه جہاں سراسر آئینہ کی بلکہ گنجینہ کی طرح تھا ١٢ ٤ه ہر خزانے پر ایک نیا طلسم بند ہوا تھا اور اس کے اندر دوسرے گوہر تھا ١٢ ٥ه یعنی اللہ تعالے کی مشیت ہوئی کہ آدم علیہ السلام کو بنائے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" ١٢

ساخت دلش مخزن اسرار خویش ‫—‬ کرد ورش مطلع انوار خویش

هر چه عیان داشت برو شرح کرد ‫—‬ هر چه نهان داشت درو درج کرد

شد از رہ صورت و معنی بهم ‫—‬ مجمع بحرین حدوث و قدم

علم الاسماء[1] رقم دفترش ‫—‬ خمّر طینت صدف گوهرش

گونهٔ گندم[2] بدستش سپرد ‫—‬ نامش ازاں روی جز آدم نبرد

سایه بر اوج فلک انداختش ‫—‬ سجده گه[3] فوج ملک ساختش

جز سر فرتوت[4] زرنگاں که بود ‫—‬ چهره بخاک رہ آں پاک سود

بزم کرامت ز رخش بر فروخت ‫—‬ هر که رخش دید براں چشم دوخت

چون رخ[5] او چشم همه تیز دید ‫—‬ نیل عصی آدم بروی کشید

باز بحالش ز پی دفع گزند ‫—‬ تابشی از تاب علیه[6] افکند

تیرگی معصیتش دور شد ‫—‬ ظلمت نیلش علم نور شد

---

[1] مراد "علم آدم الاسماء کلها" مصرع دوم میں اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس میں حکم ہوا ہے کہ آدم کی مٹی چالیس دن رات تک خمیر کی گئی ۱۲ [2] یعنی آدم علیہ السلام کو گندم گوں بنایا اور اسی وجہ سے نام آدم ہوا کیونکہ اُدمت گندم گونی کو کہتے ہیں اور اسی سے آدم مشتق ہے بعض کہتے ہیں کہ آدم کلمۂ عجمی ہے ۱۲ [3] اشارہ ہے "لآدم" کی طرف ۱۲ [4] فرتوت زرنگاں سے مراد ابلیس کہ وہ خدا اور آدم سے جدائی کا خواستگار ہوا ۱۲ [5] جب دیکھا کہ سب آدم کو نظر تیز سے دیکھ رہے ہیں تو دفع نظر بد کے لیے عصی آدم کے نیل کا ٹیکا ان پر لگا دیا ۱۲ [6] پھر اس گزند کے دفع کرنے کے لیے "فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم" کی روشنی ڈالی ۱۲ (آسی)

accursed one = شیطان

سر ز وجودش بلطافت کشید ❊ دور کمالش بخلافت رسید

کشور اسمائے الٰہی گرفت ❊ مملکت نامتناہی گرفت

پرتو او بر زن و بر مرد تافت ❊ ہر کہ ازو ہر چہ طلب کرد یافت

آئینۂ[1] شد کہ بر و چشم کس ❊ چون نظر انداخت خدا دید و بس

آنکہ نبود از دل ظلمت زدائے ❊ شاہد و مشہود در و جز خدائے

اے[2] ز رہ بود در [illegible] دہ ❊ وز کرش پشت بہ پشت آمدہ

پشت وفا بر [illegible] مکن ❊ دست جفا در کمر او مکن

حیف بود صورت آدم ترا ❊ معنی شیطان شدہ ہمدم ترا

سہل[3] بود جلد کتاب کریم ❊ بستہ بر افسانۂ دیو رجیم

دلق صفا در بر و زیر بغل ❊ کردہ نہان دفتر زرق و دغل

گر گذرے صورت بہست کہ چہ ❊ صورت اگر نیست تاسف کہ چہ

اصل[4] چو معنی ست کہ بگذاشتی ❊ دل بسوی فرع چہ بگماشتی

---

[1] یعنی آدم پھر ایسا آئینہ بن گئے جس کسی نے انھیں دیکھا وہ لنظر خدا بین بن گیا ۱۲

[2] یہ ہر آدمی سے خطاب ہے کہ تو پشت آدم سے پیدا ہوا ہے اسکے گ... ہر عالی پر دھبا نہ لگا

[3] یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف کی جلد افسانۂ شیطان پر باندھ دی گئی ہے

[4] یعنی اصل معنی کی طرح ہے وہ تو تو نے نظر انداز کر دی تو پھر فرع کی طرف توجہ کیوں کی ۱۲

قدرشناس گهر خویش باش — صیرفی سیم و زر خویش باش
گر زر[۱] خالص شدهٔ خوش ترا — ورنه چه چاره است ز آتش ترا
آتشی از سوز[۲] طلب بر فروز — هر غل و غش را که بیابی بسوز
جوهر دل را ز غرض پاک کن — چشم خرد را ز غرض پاک کن
دامن جاں درکش از آلودگی — نیست در آلودگی آسودگی
بند ز تن بگسل و آزاده شو — نقش دوئی دور کن و ساده شو
زاد مریداں ره آزادگی ست — شیوهٔ آئینه دلاں سادگی ست
ساده دلے باش و پسندیده ذات — پاک ز زنگ صور کائنات
تا چو ازیں مرحله بیروں شوی — هم نفس شاهد موزوں شوی
پیش نگاری شوی آئینه به — کش نبود هیچ ز آئینه به

حکایت مسافر کنعانی که برسم ارمغانی آئینهٔ نورانی پیش حضرت یوسف نهاد

یوسف کنعاں چو به مصر آرمید — صیت وے از مصر بکنعاں رسید
بود دراں غمکده یکه دوستش — پر شده از مغز وفا پوستش
ره بسوی مصر جمالش سپرد — آئینهٔ بهر ره آورد برد

۱ یعنی اگر تو زر خالص ہے تو مرحبا اور اگر ایسا نہیں ہے تو آگ میں پڑنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے
۲ اک آگ سوز طلب کی روشن کرکے اپنی کھوٹ کو جلا اور زر کو خالص کرلے ۱۲

یوسف از و کرد نهانی سوال — کای شده محرم بحریم وصال
در طلبم رنج سفر بردهٔ — زین سفرم تحفه چه آوردهٔ
گفت بهر سو نظر انداختم — هیچ متاعی چو تو نشناختم
آئینهٔ بهر تو کردم بدست — پاک ز هر گونه غباری که هست
تا چو بآن دیدهٔ خود وا کنی — طلعت زیبات تماشا کنی
تحفهٔ افزون ز لقای تو چیست — گر روی از جای بجای تو کیست
نیست جهان را بصفای تو کس — غافل ازین تیره دلان شد و بس
جامی ازین تیره دلان پیش باش — صیقلی[۵۱] آئینهٔ خویش باش
تا چو بتابی رخ ازین تیره جای — یوسف غیبت[۵۲] شودت آئینه نمای

مقالهٔ سوم در بیان آنکه آدمیت آدمی نه بصورت پا و طین است بلکه بسعادت اسلام و دین و اول ارکان این سعادت اقرار بکلمتین شهادت

آنکه در[۵۳] دولت دین کم زنی — چند دم از نسبت آدم زنی
آدمی آنست که دینی درست — محو گمان کرده یقینی درست

۵۱ صیقلی، یعنی صیقل کرنے والا ۱۲ ۵۲ تاکہ جب تو دنیا سے جائے تو یوسف غیب سے ملے اور وہ تجھے منہ دکھا سکے ۱۲ ۵۳ یعنی جب تجھے دین سے کوئی غرض اور واسطہ ہی نہیں ہے تو پھر تو اپنے آپ کو آدمی کیونکر کہتا ہے ۱۲

گر بود این[۱] پیکر گل آدمی — زو در و دیوار ندارد کمی

بلکه فزون باشد ازو در نمود — بهرهٔ دیوار بسیک وجود

آدمیی پشت بر ایام کن — روی بمعمورهٔ اسلام کن

پیش شریعت[۲] ره اسلام پنج — میرسد ارکان حروفش به پنج

رکن نخستین[۳] که شهادت بود — راه خلاف آمده عادت بود

هست[۴] دو ره هر دو بهم متصل — گام زنان زین دو ره ارباب دل

آن[۵] یکی اقلیم الهی گشای — شد بهدایت ره وحدت نمای

وین دگرت گنج فتوت نشان — پرده بر اظهار نبوت کشان

در نهایت نگری یکره است — عاقبت هر دو از ان الله است

هست یکی ظرف نهایت شگرف — ناطقه اش ساخته از صوت و حرف

نیست بجز شهد سعادت درو — هر الف انگشت شهادت درو

دست ازین شهد سعادت مدار — چون الف انگشت شهادت برآر

۱؎ اگر آدمی سے یہی مراد ہے کہ وہ مٹی کا بنا ہوا ہے، تو پھر در و دیوار آپ سے کس بات میں کم ہیں بلکہ دیکھنے میں دیوار اس سے بڑی معلوم ہوتی ہے ۱۲ ۲؎ راہ شرع پر چلنے والے اور اسلام پر عمل کرنے والے کے لیے اسلام کے پانچ حرف ہیں اور پانچ ہی اس کے ارکان ہیں ۱۲ ۳؎ پہلا رکن شہادت ہے یعنی کلمۂ "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ" ۴؎ دو راستے ہیں اور دونوں ملے ہوئے ہیں جن میں اہل دل چلتے ہیں ۵؎ ایک راستہ شہادت وحدت و اقرار توحید دوسرا اقرار رسالت "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" آگے شہادت کی تعریف کی ہے ۱۲

بوکه ز منشور سعادت نویس / یابی ازین شهد یک انگشت لیس
خامه به صفحه که نگارد وَش / از مگس نقطه نگهدارد وش
یعنی ازین شهد که صافی فتاد / هر که مگس طبع بود دور باد
لام الفش هست درین سنگلاخ۱؎ / گردن دیوان هوا را دو شاخ
کلک چو پرگار روش آمد پدید / خط عدم گرد دو عالم کشید
آلت قطع آمده مقراض وار / تا بُری زانچه نباید بکار
چون ز دو انگشت شوی تیز دست / قید تعلق ببر از هر چه هست
چرخ که آمد به تو مقراض ده / اطلس او در رهِ مقراض نه
تا بود از همت والای تو / خلعت توحید به بالای تو
شاهدی هر جا که بود دلفریب / یافته زین خلعت اثبات زیب
بیشهٔ توحید۲؎ درین دامگاه / شیر دلان را بود آرامگاه
شیر دلی روی۳؎ درین بیشه کن / همدمی شیر دلان پیشه کن
با همه هم بیشه و هم پیشه باش / یکدل و یکرویه و یک اندیشه باش
روی در آن کن که ترا روی داد / صد در امید بر ویت گشاد

۱؎ مراد لام الف کلمۂ شہادت سے ہے کہ وہ دیوان ہوا کے لیے دو سینگوں کا کام دیتا ہے اسی صورت سے کلمہ لا کی آگے بھی تشبیہات قائم کی ہیں ۱۲
۲؎ اس دنیا میں بیشۂ توحید شیر دلوں کے آرام کی جگہ ہے ۱۲ ۳؎ اگر تو شیر دل ہے تو اس دامگاہ میں شیر دل کے ساتھ رہ ۱۲

چشم براں نہ کہ زر و زنخت — روشنیٔ چشم جہاں بین تست
دست دراں زن کہ ازو شد بپاے — قامت قدت بفلک فرق ساے
صانع بیچوں کہ ترا آفرید — با تو بگویم کہ چرا آفرید
تا بشناسیش بہ نعت یکے — نے کہ یکے از کمی و اندکے
بلکہ یکے ز اندک و بسیار بیش — صد قدم از اندک و بسیار پیش
چوں بشناسائی او پے بری — پیش نہی پاے پرستش گری
روے بہ محراب عبادت کنی — کسب بہاے سعادت کنی
ہر چہ کند بندہ بروں زیں دو کار — آخر ازاں کار شود شرمسار
رخت بسر حد ندامت برو — داغ ندامت بقیامت برد
شعلہ زند از دل محنت قریں — آتش آہش ابد الآبدیں

حکایت حسن بصری رضی اللہ عنہ کہ نکتۂ حکمت از حجاج بن یوسف در ظلمات ظلم او مشاہدہ نمود

از حسن بصری ناقد بصر — نکتۂ آرند عجب مختصر

---

۱ زیں دو کار، یعنی کسب بہائے سعادت اور عبادت کے علاوہ بندہ جو کچھ کرے اس سے شرمندگی حاصل ہوگی ۱۲

۲ حسن بصری بصرے کے رہنے والے ایک مشہور و معروف بزرگ کا نام تھا ان کا بیان کیا ہوا نکتہ ہے ۱۲

کز دل محنت زده گردم فشاند　　آن نفس پاک که حجاج راند

گفت فضولیست که در بندگی　　کز پی آن ذات خدا زندگی

ساعتی از عمر بپایان برد　　گرچه در آن ملک سلیمان برد

شاید اگر داغ بجانش نهند　　تا کش محرومی از آتش دهند

پیش دمی آید الم جان گداز　　سوزد از آن حسرت دور و دراز

همچو حسن هر که بود هوشمند　　گوش کند از لب حجاج پند

حکمت نو یافته هر جا بود　　گم شده خاطر دانا بود

گرچه بیابد بره‌اش بی طلب　　گیردش از خاک بدست ادب

گوهر گنجینهٔ جان سازدش　　در صدف سینه نهان سازدش

جامی اگر خلق تو آید حسن　　از لب هر ظالم حجاج فن

نکتهٔ حکمت چو رسد گوش کن　　ظلم رساننده فراموش کن

---

۱ وہ فرماتے ہیں کہ حجاج نے ایک ایسی عمدہ بات کہی جس سے میرا دل محنت زدہ صاف ہوگیا ۲ وہ بات جو حجاج نے کہی یہ تھی کہ اگر تو بندگی میں نہیں ہے تو فضول ہے اس لیے کہ تیرے خلق ہونے کا منشاء یہی ہے ۱۲ ۳ یعنی جو اپنی عمر کا ایک ادنی حصہ تلف کرے پھر اگرچہ اس میں ملک سلیمان کیوں نہ اُسے حاصل ہو ۱۲ ۴ تو یہ چاہیے کہ ایک داغ افسوس اس کی جان پر رکھیں اور اس داغ سے اس کو محرومی کی مالش دیں ۱۲ ۵ نئی حکمت جہاں سے جب بھی دستیاب ہو وہ خاطر دانا میں گم ہو جاتی یعنی جگہ کر لیتی ہے ۱۲ ۶ اگرچہ وہ حکمت بغیر طلب کے اس کو حاصل ہو مگر وہ از راہ ادب اس کو حاصل کرے گا ۱۲ ۷ اور اس حکمت کو اپنے خزانہ جاں کا ایک گوہر بنالے گا ۱۲

مقالۂ چہارم در اقامت نماز ہائے پنجگانہ کہ پنجۂ طاقت قوی پنجگاں را تاب مشقت دادہ است و جبین عشر گردن بلندان را بخاک مذلت نہادہ

اے شدہ[1] رخنہ صف طاعت ز تو	ماندہ تہی سلک جماعت ز تو
پنبۂ غفلت چو ترا بست گوش	سود نکردت ز مؤذن خروش
نعرۂ او خواب ترا کم نہ کرد	قامت او قدر ترا خم نہ کرد
میل نمازت بہ جوانی نہ بود	پشت دوتا کردہ بہ پیری چہ سود
پشت چو محراب خمیدہ ترا	روے بقبلہ نرسیدہ ترا
پنج نماز است بہ از پنج گنج	بہ کہ بدیں پنج شوی گنج سنج
پنجۂ خود ساز بدیں پنج سخت	پنجۂ ابلیس بدر لخت لخت
بہر تو پنجاہ[2] بہ پنج آمدہ	طبع تو زیں پنج برنج آمدہ
گر نکنی رنجہ بدیں پنجہ اش	کے بودت طاقت سرپنجہ اش
شیر دلے پنجہ ازیں پنج کن	شاخ ہوا را بکن از بیخ و بن
شاخ ہوا را نشود بیخ سست	تا ندہی تن ز طہارت[3] نخست

[1] مصنف نے رکن شہادت کے بعد رکن نماز کا بیان شروع کیا ۱۲ [2] اشارہ ہے اس طرف کہ پہلے نمازیں زیادہ فرض ہوئی تھیں جو گھٹتے گھٹتے رسول اللہ کی سفارش سے پانچ رہ گئیں، فرماتے ہیں کہ پچاس میں سے پانچ رہ گئی ہیں اور تجھے ان کے ادا کرنے میں بھی تامل ہے، آگے لفظ پنج کو طرح طرح سے سمجھایا گیا ہے ۱۲ [3] مراد وضو ۱۱

دست بشو بهر تمسک بخیر / روی ز پندار توجه بغیر
از کف مسلح بسر تاج نه / پای چو شد دست بمعراج نه
تا چو به معراج ترا ره شود / دست شیاطین ز تو کوته شود
وقت سیاست پی ادبار شان / پایه معراج تو بس دار شان
دین ترا نیست ستون جز نماز / بهر قیامش چو ستون قد فراز
پشت تو آن دم که ز طاعت دوتاست / از پی این خیمه ستونی ست راست
مسجد تو شد[1] همه جا سنگ و خاک / خاک شد از بهر تو چون آب پاک
تا ره طاعت[2] شود آسان ترا / زان نشود طبع هراسان ترا
لیک تو از کاهلی و جاهلی / همچو خران مانده در آب و گلی
پای امل از گل طینت برآر / چشم خرد بر زر و زینت مدار
زینت تو بس کمر بندگی / تاج تو در سجده سرافگندگی
رفته عمر[3] تو رهین فناست / دولت آینده که داند کراست

[1] پہلے ادیان و ملل میں قاعدہ تھا کہ نماز کے لیے مخصوص جگہیں تھیں، مگر شریعت محمدی میں ہر جگہ نماز جائز ہے، دوسرے مصرع کے معنے یہ ہیں کہ جہاں پانی پر دسترس نہ ہو یا پانی دستیاب نہ ہو وہاں تیمم جائز ہے ۱۲ [2] یعنی مٹی کو آب کی خاصیت اس واسطے دی گئی ہے، یعنی تیمم اس لیے جائز ہوا کہ تو بآسانی عبادات و فرائض کو ادا کرتا رہے ۱۲ [3] جو عمر کہ گزر چکی وہ رہین فنا ہو چکی، دولت آئندہ کے متعلق کسے معلوم ہے کہ وہ کس کے نصیب کی ہے یعنی آئندہ کی زندگی اور موت کی خبر کسے ہے ۱۲

شاہد وقت تو ہمیں ساعت است / خوب تریں زیور آں طاعت است
شرم تو بادا[1] کہ ببالا و پست / سجدۂ طاعت بروش ہر چہ ہست
تو کنی از سجدۂ او سرکشی / ہر کہ ازیں شیوہ قدم درکشی
ساق ادب[2] برزدہ عرش بریں / بر در طاعت شدہ کرسی نشیں
چرخ فلک خرقۂ ازرق بہ بر / بستہ چو جوزا پے خدمت کمر
دوختہ شب تا بسحر در رکوع / دیدۂ انجم بزمین خشوع
سبحۂ پرویں زکف آویختہ / اشک ستارہ بہ سحر ریختہ
ماہ زدہ بر در او کوس مہر / مہر بخاک در او سودہ چہر
جنبش ارکاں بسوی تحت و فوق / از کشش اوست بزنجیر شوق
کار جماد است پے حی پاک / قعدۂ طاعت بمصلائے خاک
وصف نبات است نمودن قیام / بر در قیوم جہاں بر دوام
ہیئت حیواں برکوع ستاست / دائم ازاں کہ پشتش دوتاست
ورنہ بود میل سجودش چرا / سر زپے سجدہ برد اندر چرا
خیز[3] تو ہم برگ تعبد بساز / جمع کن ایں چند عمل در نماز

[1] تجھے شرم کرنا چاہیے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز عبادت الٰہی میں محو و مصروف ہے
[2] یعنی عرش بریں تک زانوئے ادب تہ کرکے طاعت گزار بنا ہوا ہے، اسی طرح آسمان اور شب اور ستاروں، چاند، سورج وغیرہ کو عبادت گزار قرار دیا ہے ۱۲
[3] یعنی جب یہ سب چیزیں مصروف طاعت خداوندی ہیں تو تو بھی عبادت گزار اور نماز گزار ہو جا ۱۲

تا ز پریشانیٔ ظاہر رہی جمع نشینی بمقام حضور	مانده	راه به جمعیت باطن بری از خود و از ہستی خود گشتہ دور

حکایت پیکاں کشیدن از شیر راست و کیش ولایت علی کرم اللہ وجہہ در وقتیکہ از شاکش کمان مجاہدہ بر نشان مشاہدہ افتادہ بود!

شیر خدا شاہِ ولایت علی روز اُحد چوں صف ہیجا گرفت غنچۂ پیکاں[۱] بہ گل او نہفت روئے عبادت سوے محراب کرد خنجر الماس[۲] چو بید آختند غرقہ بخوں غنچۂ زنگار گوں گل گل خونش[۳] بمصلا چکید کایں[۴] ہمہ گل چیست تہ پائے من	افراد	صیقلی شرک خفی و جلی تیر مخالف بہ تنش جا گرفت صد گل محنت ز گل او شگفت پشت بدرد سر اصحاب کرد چاک تن چو گلش انداختند آمد ازاں گلبن احساں بروں گفت چو فارغ ز نماز آں بدید ساختہ گلزار مصلائے من

۱ یعنی آپ کے بدن مبارک میں تیر کا پیکان چبھ کر رہ گیا اور اس سے آپ کو بڑی زحمت اُٹھانی پڑی ۱۲ ۲ خنجر سے جسم مبارک چاک کر کے تیر کو نکال لیا ۱۲

۳ خون جو جائے نماز پر ٹپکا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز کے بعد وہ خون ملاحظہ فرمایا ۱۲ ۴ کہ تو دریافت کیا کہ یہ تمام خون میرے پاؤں کے نیچے کیا ہے ۱۲

صورت حالش چو نمودند باز | گفت که سوگند بدانای راز
کز الم تیغ ندارم خبر | گرچه ز من نیست خبردارتر
طائر جان سدرہ نشین شد چه باک | گر شودم تن چو قفس چاک چاک
جامی از آلائش تن پاک شو | در قدم پاک روان خاک شو
باشد ازاں خاک بگردے رسی | گرد شگافی و بمردے رسی

مقالۂ پنجم در اشارت بروزۂ ماہ رمضان کہ نور کیسۂ بدر الفیضان ہم روح را شمع انجمن فروز است ہم نفس را برق خرمن سوز

ای ز پے طبل شکم همچو نائے | جمله گلو گشته ز سر تا بپائے
کار تو از هر چه تصور کنی | نیست بجز آں که شکم پر کنی
حرص تو لقمه نه بانصاف زد | دایه ترا بهر شکم ناف زد
چند کشی رنج شکم از گزاف | گر نزدت دایه برین شیوه ناف
ساز چو نافه شکم خویش خشک | بو که دمد از نفست بوے مشک

ا لوگوں نے واقعہ بیان کیا تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا ۱۲ ۲ کہ مجھے معلوم نہیں کہ کس وقت خنجر یا تلوار سے جسم چاک کر کے تیر نکالا گیا ۱۲ ۳ میرا طائر جان سدرہ نشین ہے اب اگر جسم کو چاک کر دیا جائے تو مجھے کوئی غم نہیں ہے ۱۲ ۴ یعنی تو نے کی مانند طبل شکم کے لیے سراسر گلو بن کر رہ گیا ہے اور سوائے شکم پُری کے تیرا کوئی اور کام نہیں ہے ۱۲ ۵ ذرا اپنے اس پیٹ کو خشک کر شاید کہ پھر تیرے سانس سے بوئے مشک نکلے ۱۲

نکہت[1] روزہ ز لب روزہ دار / بہ بود از نافہ مشک تتار

معدہ معد کردہ پے نان و آب / کے شوی از قوت روان بہرہ یاب

باطنت از نفس ہوا ممتلی / چوں رسدت لذت الصوم لی

ہر چہ پدید[2] آں شرع بشارت دہ است / (اشارت) / از ہمہ حرف انا اجزی بہ است

شعلہ ز دوزخ چو شود تیغ زن / یا شرر رشک ناوک خذلاں فگن

روزہ کہ گرد آمدہ در وقت سحر / چوں سپر نور شود در سقرا

حرص و شرہ دوزخ پر آتش است / مہر زدن بر در دوزخ خوش است

روزہ بود مہر زدن بر در ش / مہر بزن تا برہی از شرش

چوں خرکناس بصد ناخوشی / (زلبش) / خوے گرفتی بہ نجاست کشی

بامن ازیں[3] نکتہ چہ باشی درشت / تو بشکم می کشی و او بہ پشت

ماہ نو[4] روزہ بہ بیں از افق / کابرو حوراست ز نیلی تتق

---

[1] روزہ دار کے منہ کی خوشبو مشک کی خوشبو سے بہتر ہوتی ہے، واضح ہو کہ یہ مصنف نے اسلام کا تیسرا رکن بیان کیا ہے ۱۲ [2] یعنی شرع نے روزہ دار کے لیے جو جو ثواب تجویز فرمائے ہیں اس میں سے ایک یہی کافی ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ روزہ دار کی جزا میں ہوں ۱۲ [3] خرکناس (خاکروب) سے بے روزہ دار کی تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ تو میری یہ بات سن کر بگڑتا کیوں ہے بس اتنا ہی تو تجھ میں اور خرکناس میں فرق ہے کہ تو پیٹ سے بوجھ اٹھاتا ہے اور وہ پیٹھ سے ۱۲

[4] ہلال ماہ رمضان کو دیکھ یہ گویا آسمان کے پردۂ نیلی سے حور کے ابرو نظر آرہے ہیں ۱۲

می کند ایما[1] که لب از بهر ما / مهر کن ای مهر لبت مهر ما
لب چو[2] به بندی ز طعام و شراب / در حرم ما شود فتح باب
طرفه کلیدیست که دریں تنگنای / ہا و ہہ بند آمد و جنت کشای
سه صد و شصت ست اگر روز سال / بیش ز کم خواری یک سی مثال
گر ز تو یابد یکی[3] ازیں سی شکست / آید / حلق ز کفارتت افتد به شصت
کرده قضا دین ترا غارت ست / کشت ز ادا روی بکفارت ست
گرسنگی طعمهٔ خوان رضاست / تشنه لبی شربت جام صفاست
روزهٔ خاصان نه همین ست بس / بلکه بریدن بود از هر هوس
هر چه نباید که بجوئی مجوی / هر چه نشاید که بگوئی مگوی
چشم مکن باز بنادیدنی / گوش بپرداز ز نشنیدنی
دست میالای بشغل دغل / پای مفرسای براه امل
علم و عمل را ز ریا پاک کن / جمله دل از غیر خدا پاک کن
نیست ترا قبلهٔ دیں جز خدای / هیچ مدان هیچ مبیں جز خدای
هر چه نه ذکرش ازاں لب به بند / وانچه پسندش نبود کم پسند

[1] اور وہ اشارہ کر رہی ہے کہ ہمارے لیے ہماری خاطر سے یا ہمارے حصول کے لیے اپنے لب کو آب و طعام سے باز رکھ اور ان پر مہر لگا لے ۱۲ [2] اگر تو آب و طعام سے باز رہا اور لبوں پر مہر لگائے رہا تو تیرے واسطے ہمارے حرم کے دروازے کھل جائیں گے ۱۲
[3] یعنی اگر تو تین ۳۰ روزوں میں سے ایک توڑ دے تو ساٹھ کے لیے تیرا گلا پھنس جائے گا ۱۲

داية نفس[1] است جز او هرچه هست / ولے تو گر زاں نکشی پا و دست
جستن آں مایۂ بیمائگی ست / پایۂ اقبال تو بے پائگی ست
نفس و ہوا گر[2] شرفے داشتے / اہل دلش کے بتو بگذاشتے
در دل و جاں تخم دگر کاشتند / لاجرم آنرا بتو بگذاشتند

حکایت آں زن زشتے کہ خریدار کور یافتہ بود و وجہ ناسرۂ خود را پیش وے می ستود

خواست یکے کور زن زشت روی / کینہ ور و طعنہ زن و زشت خوی
از شبہ[3] آیش چہرہ سیہ رنگ تر / وز سپرش چہرہ پر آژنگ تر
گوش کر و پشت کر و چشم کاژ / خاطرش بیہودہ گفتار ژاژ
یک شبے از ناز بآں کور گفت / حیف کہ باندازِ تو جمالم نہفت
طلعت من خواست از مہ خراج / حرف خجالت زدہ بر لوح عاج
نرگس من چشم و چراغ چمن / لالۂ من داغ نہ نسترن
از صفت قامت من کوتہی / یافتہ آوازۂ سرو سہی

[1] یعنی ماسوا ے اللہ جو خواہشات ہیں وہ صرف نفس کو پرورش کرنے والے ہیں اور اُن کا کوئی درجہ نہیں ہے ۱۲ [2] اگر نفس اور خواہشات کا کوئی درجہ ہوتا تو اہل دل اس کو خود اختیار کرتے تیرے لیے کیوں چھوڑتے ۱۲ [3] شبہ سے مراد شب یعنی رات سے زیادہ اس کا چہرہ سیاہ رنگ تھا، اور ڈھال سے زیادہ اسکے چہرے پر جھریاں پڑی تھیں ۲

کور چو افسانهٔ او گوش کرد | خون دل از سینهٔ او جوش کرد
گفت اگر حال چنین بودیت | دولت و اقبال قرین بودیت
دامن تو دیده درے داشتی | تخم هوایت دگرے کاشتی
این همه بستند ز نزدیک و دور | کس نه نهد آینه در پیش کور
چشم من ار کور نبودی چنین | تو سر دعوی نکشودی چنین
بستگی چشم ز اوصاف تو | بر تو کشاد دست در لاف تو
جامی اگر نقد کمالیت هست | در حجب غیب جمالیت هست
بر بصر اهل نظر جلوه ده | در نظر بے بصرانش منه
ور نه ز همت در انصاف زن | خط خطا بر ورق لاف زن

مقالهٔ ششم در اشارت بزکوة مال که سرمایهٔ پاشش مال و مالش نفس بخیل بدسگال است

اے شده زندان درم مشت تو[1] | بند بر آنجا ز هر انگشت تو
پیش که ایام[2] کند رنجه ات | گردش او تاب دهد پنجه ات

[1] مصنف رح نے رشتے کے بعد زکوة کا بیان شروع کیا اسی لیئے طنزاً فرمایا ہے کہ تیری مٹھی یعنی تیرا ہاتھ کنجوسی کی وجہ سے زندان درم بن گیا ہو اور تیری انگلیوں کی ہر ایک گرہ گویا اُس کے واسطے بند ہی ۱۲ [2] اس سے پہلے کہ زمانہ تجھے کوئی آزار پہنچائے اور اسکی گردش تیرے پنجے کو مروڑے اور تیرے عیش کو تکلیف سے بدلدے اور اپنے عطا کیئے ہوئے نقد کو چھینے بہتر یہ ہی کہ دست کرم کو فراخ کر احسان کر اور اُن درموں کو جو قیدی ہیں آزاد کر ۱۲

عیش ترا حال دگرگوں کند / نقد خود از دست تو بیروں کند
خوش بکشا دست چو احسانیاں / از پی آزادی زندانیاں
مرد درم(۱) زن که درم گرد ساخت / ساختنش گرد چرا در ساخت
گردش از آں ساخت که گرداں بود / کف بکف از راه نورداں بود
نی که به پشت(۲) ز خلاف کرم / ناخنی از سیم شود هر درم
تاش جدا کم کنی از مشت خویش / بر صفت ناخن از انگشت خویش
ناخن سیمیں که بکف(۳) حاصل است / ناخنهٔ دیدهٔ جان و دل است
ناخنه از دیدهٔ(۴) دل بر تراش / ورنه بناخن دل خود می خراش
جمع مکن درهم و دینار را / سخره مشو شحنهٔ ادبار را
در پی تحصیل شو و صرف کن / گوش نیوشنده بدین حرف کن
هست مبرد(۵) که ترا سیبویه / گرچه به نحو است مشار الیه
هر چه بگوید بر اخفش(۶) شوی / ریش بجنبانی و دل خوش شوی

۱ درم بنانے والے نے درم کو گول کیوں بنایا ہے، دوسرے شعر میں اس کا جواب ہے کہ گول صرف اسلیے بنایا ہے کہ وہ پھرتا رہے اور ہاتھوں ہاتھ مسافروں کے پاس جائے ۱۲ ۲ اس لیے نہیں کہ خلاف کرم ہر درم تیرے ہاتھ میں چاندی کا ایک ناخن بنجائے ۱۲ ۳ یہ ناخن سیم جو تیرے ہاتھ میں لگا ہوا ہے یہ جان و دل کی آنکھ کا ناخنہ بنا ہوا ہے ۱۲ ۴ لہذا دل کی آنکھ سے اس ناخنہ کو دور کر اور نہیں تو ناخن سے اپنے دل کو نوچیارہ ۱۲ ۵ مبرد ایک عالم صرف ونحو کا نام ہے ایسے ہی سیبویہ بھی ایک عالم صرف ونحو کا نام ہے ۱۲ ۶ اخفش ایک صرفی کا نام ۱۲

پیشه کنی از سر[1] جهل شگرف ‌ ‌ ‌ منع دنانیر و دراهم ز صرف
صرف[2] همه گرچه نیاید ز تو ‌ ‌ ‌ منع همه نیز نشاید ز تو

رو بده از سیم و زرت آں قدر ‌ ‌ ‌ کاردت از عهدهٔ واجب بدر
حق چو ترا داد ز دینار بیست ‌ ‌ ‌ بخل بیک نیمهٔ دینار چیست
ریخت ز درهم بکنارت دویست ‌ ‌ ‌ پنج چو خواهد بکناره مایست
زیں زر و سیم ست بباغ نعیم ‌ ‌ ‌ قصر ترا خشت زر و خشت و سیم
خشت زر پخته ده و سیم خام ‌ ‌ ‌ تاکه بود قصر تو فردا تمام
یاره مکن[3] زر که شود یاره مار ‌ ‌ ‌ گردنت از مار شود طوق وار
چوں بگلوے کسی زاں یاره هیچ ‌ ‌ ‌ نه هی ازاں بیں بگلو مار پیچ
هر درم و سیم ز حق فقیر ‌ ‌ ‌ کذ ‌ ‌ ‌ زیر زمیں می کنیش جاے گیر
بهر جگر سوزی تو بروز شمار ‌ ‌ ‌ سرخ چو دینار کنندش ز نار
گاه برخ داغ نهندت که هاں ‌ ‌ ‌ بهرچه رخ داشتی از وے نهاں
گاه به پهلو که زبس بے رهی ‌ ‌ ‌ پهلو ازاں بهرچه کردی تهی
گاه بپشت که ز روے درشت ‌ ‌ ‌ بهرچه کردی سوے بیچاره پشت

---

[1] تو اپنے جہل عجیب کی وجہ سے یہ طریقہ اختیار کیے ہوئے ہے کہ درہموں اور دیناروں کو صرف ہونے سے روکتا ہے ۱۲ [2] اگر پورے طور سے تو صرف نہ کر سکے تو اس قدر کنجوسی تو نہ کر ۱۲ [3] سونے کے کنگن بنا بنا کر نہ پہن کہ یہ تیری گردن میں سانپ ہو ہو کر پڑے گا ۱۲

داغ دو رویہ بہ تنت لالہ وار
بسکہ بسوزند شوی لالہ زار

جائے دگر داغ کند ہر درم
ہمچو تو[۱] تہ نہند بہ بالائے ہم

قدر درم[۲] گر بود افزوں بفرض (بفرض)
طول دہندت بہاں قدر عرض (بعرض)

تفرقہ کن[۳] جمع درمہائے خویش
سینہ تہی کن زالمہائے خویش

داغ جدائیش کہ ایں جا کشی
بہتر ازاں داغ کہ فردا کشی

حیف بود کز پے فرزند و زن
داغ نہی ایں ہمہ بر خویشتن

ضامن رزق ہمہ شد کردگار
کار خدا را بخدا واسپار (گذار)

حکایت آں صاحب کرم کہ بر ہمیان درم از رشتہ تدبیر بندگویان بند نہاد

دیدہ ورے[۴] خواند بعقل سلیم
حرف فنا از ورق زر و سیم

خواست دریں دائرۂ تیز رو
سازدش از نقد بقا سکہ نو

عقدہ ز ہمیان درم برگرفت
جلوہ بمیدان کرم برگرفت

[۱] تو بمعنی تہ، یعنی تہ بتہ تیرے جسم پر داغ لگائیں گے ۱۲ [۲] اگر بالفرض درہم زیادہ ہوں گے تو تیرے جسم کے زیادہ حصے کو داغینگے ۱۲ [۳] یہ درہم جو تو نے جمع کیے ہیں ان کو پریشان کردے اور سینے کو اپنے غموں سے خالی کرلے ۱۲ [۴] ایک صاحب بصیرت کو از روئے عقل معلوم ہوا کہ درہم و دینار یہ سب چیزیں فانی ہیں لہٰذا اس نے چاہا کہ ان چیزوں میں بقا کی صورت پیدا ہو جائے۔ یعنی یہ درم و دینار جو تجھ سے چھوٹ جائیں گے چھوٹنے نہ پائیں لہٰذا یہ ترکیب نکالی جو آگے چل کر مصنف نے بیان کی ہے۔

بیدرماں را درم اندوز ساخت — بے کرماں را کرم اندوز ساخت

ہر زر و سیمے کہ بدرویش داد — زانچہ طلب کرد بسے بیش داد

گفت فضولے[۱] ز کرم دست تنگ — کاے شدہ پیش تو یکے سیم و سنگ

ہر چہ دہی از سر انصاف دہ — قفل عدم بر در اسراف نہ

بعد شکستن صدف[۲] خویش را — خوار مگرداں خلف خویش را

بہرہ کہ دہی ز خداوند خویش — ساز ذخیرہ پے فرزند خویش

تا چو بریزد صدفت زیر خاک — بہرہ ور آید ز تو آں در پاک

گفت کہ دارم سفرِ دور پیش — آنچہ بدست کنم زاد خویش

چوں بپرد طوطی من زیں قفس — بہرۂ فرزند خداوند بس

دل چو قوی گشت بروزے دہم — از پے فرزند چہ روزے نہم

جامی ازیں[۳] بہ غم فرزند خور — زرد مکن روئے ز بہر زر

زافت ایں[۴] رہزنش آگاہ کن — قبلہ اش الرزق علی اللہ کن

---

۱ ایک بخیل نے جو اس کے کرم سے تنگ تھا یہ کہا کہ اے وہ شخص کہ تو نے سنگ و زر کو ایک سمجھا ۱۲

۲ اپنے مال کو فضول خرچ کرکے تو اپنے پس ماندوں یعنی اولاد کو پریشان اور محتاج نہ چھوڑ جا ۱۲

۳ یعنی یہ غم کرنا کہ میرے بعد میری اولاد کیا کھائے گی اور اس وجہ سے ان کے لیے روپیہ جمع کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ فرزندوں کے لیے اس سے اچھی چیز کے لیے غم کھانا چاہیے یعنی ان کو دین کی تعلیم وغیرہ تاکہ وہ ان کے دونوں جہان میں کام آئے ۱۲ ۴ ایں رہزن سے مراد نفس امارہ جو طرح طرح کی ترغیب دے کر دولت کے جمع کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور توکل علی اللہ میں خلل ڈالتا ہے ۱۲

مقالۂ ہفتم در اشارت بزیارت بیت اللہ کہ بوادی تگ و پویش در ہر سنگی سر ہنگی بر نہادہ در وادی جستجویش در بن ہر خاری گرفتاری از پا در افتادہ

ای ز گلت[1] ناز دہ حب دل — ماندہ ز حب وطنت پا بہ گل

خیز کہ شد پردہ کش[2] و پردہ ساز — مطرب عشاق براہ حجاز

یکدم ازین پردہ سماعی بکن — ہرچہ نہ زین پردہ وداعی بکن

دین ترا تا شود[3] ارکان تمام — روی نہ از خانہ بر کن و مقام

ناقہ اگر نیست ترا زیر ران — بر قدم ناقہ روان شو روان

گر نبود راحلۂ بادپای — راحلہ از پا کن و در رہ درآی

ور بادیمت[4] نبود دسترس — جلد قدم پای فراز تو بس

تہ تہش[5] بستہ ز گرد و غبار — کردہ تہش خار بہ میخ استوار

پاشنہ[6] از خندہ دہان کردہ باز — ز آبلہ ہا ریختہ اشک نیاز

---

[1] یعنی تیری مٹی سے حب دل ظاہر ہی نہیں ہوئے اور تو ہنوز حب وطن میں گرفتار ہی ۱۲ [2] اُٹھ مطرب عشاق حجاز کی دُھن میں کچھ گا رہا ہی، عشاق اور حجاز دو باجوں کے نام ہیں ۱۲ [3] یعنی ارکان مذہب کا بیان ہو چکا ہے اب حج کی بابت ہدایت ہی کہ اگر تو چاہتا ہی کہ تیرے دین کے ارکان پورے ہوں تو رکن و مقام کی طرف توجہ کر یعنی حج کی تیاری کر ۱۲ [4] ادیم سے مراد جوتا، یعنی اگر جوتا نہیں تو نہ ہو پاؤں کی کھال تیرا جوتا بننے کے لیے کافی ہے ۱۲ [5] یعنی تیرے پاؤں پر بجائے جوتے کے تہ بہ تہ غبار جما ہو اور جوتوں کی میخوں کے بجائے تیرے پاؤں میں کانٹے چبھے ہوں ۱۲ [6] پاشنہ یعنی ایڑیاں خوشی سے ہنستی ہوں یعنی ان میں بوائیاں کھلی ہوں آبلے نیاز کے آنسو بہا رہے ہوں، یعنی آبلوں سے پانی بہ رہا ہو ۱۲

واله و حیرت زده و مستهام[1] — زنان — خنده کنان گریه کنان میخرام

پشت امید تو بخورشید گرم — بستر آسایشت از ریگ نرم

سایهٔ فرقت که مغیلان کنند — به که سراپردهٔ سلطان کنند

باد مخالف زده در دیده ریگ — پائے فرو رفته به تفسیده ریگ

به که نشینی به مهب[2] شمال — پائے فرو رفته به آب زلال

بانگ حدی بشنو و صوت درای — شو چو شتر گرم رو و تیز پاے

راه وفا می سپر و می گزر — بر خسک خشک[3] چو ریحان تر

بار بمیعاد تعبد رسان — رخت بمیقات[4] تجرد رسان

رشتهٔ تدبیر ز سوزن بکش[5] — خلعت سوزن زده از تن بکش

هر چه بدان بخیه زدی ماه و سال — آی برون از همه سوزن مثال

بازکن از بخیه زده[6] جامه خوے — بیت — تو که ترا بخیه نه افتد ز روے

گر نه ز مرگ ست فراموشیت — به که بود کار کفن پوشیت

لب بگشا یافتن کام را — نعرهٔ لبیک زن احرام را

موے ژولیده رخ گرد ناک — سینه خراشیده و دل دردناک

رو بحرم کن که دران خوش حریم — هست بپوش نگارے مقیم

---

[1] مستهام۔ رنجیده، پریشان ۱۲ [2] مهب ہوا چلنے کی جگہ ۱۲ [3] خسک، گوکھرو ۱۲
[4] میقات تجرد سے مراد احرام باندھنے کی جگہ ۱۲ [5] بکش یعنی نکال ڈال ۱۲
[6] مراد یہ کہ محنت کر ممکن ہو کہ تیرے عیوب کا پردہ فاش نہ ہو ۱۲

صحنِ حرم روضۂ خلد بریں — او بجناں صحن مربع نشیں
قبلۂ خوبانِ عبیر رُئے او — سجدۂ شوخانِ عجم سوے او
یاد چو در دامنش آویختہ — غالیہ در جیبِ جہاں ریختہ
تا شکنی[۱] شیشۂ ناموس و ننگ — کردہ نہاں در تہِ دامان سنگ
باز شکن دامنِ[۲] شبرنگ او — دیدۂ جاں سرمہ کش از سنگ او
سنگ[۳] بپاہش کہ ازل کوتہ است — دست نشانِ یمین اللہ است
چو تو[۴] ازاں سنگ شوی بوسہ چیں — بوسہ زنِ دست کہ باشی ببیں
بر سرِ گردوں زنے از فخر کوس — گر رسدت دولتِ ایں دست بوس
از لبِ[۵] زمزم شنو ایں زمزمہ — کز نمِ ما زندہ دل اند ایں ہمہ
سوے قدمگاہ خلیل اللہ آی — پا چو نیابی برہش دیدہ سای
پاے مروت[۶] بسوے مروہ نہ — چہرۂ صفوت بصفا جلوہ دہ
تا نشود در عرفات[۷] وقوف — کے شود از راہ نجاتت وقوف

[۱] تاکہ تو اپنے ناموس وننگ کے شیشے کو پاش پاش کردے اسلیے کعبۂ شریف نے اپنے دامن کے نیچے ایک پتھر چھپا رکھا ہے ۱۲ [۲] مراد غلاف کعبہ کہ سیاہ ہوتا ہو ۱۲ [۳] مراد حجر اسود ۱۲ [۴] جب تو حجر اسود کو بوسہ دیگا تو خیال کر کہ کسکے ہاتھ کو چومےگا ۱۲ [۵] حجر اسود کے بیان کے بعد زمزم کا بیان کیا ہے اور اسکے بعد دوسری چیزوں کا جو خانہ کعبہ میں ہیں، اسیطرح احکام وارکان حج کا بھی بیان ہے ۱۲ [۶] صفا اور مروہ دو پہاڑیاں جہاں حاجی سعی کرتے ہیں ۱۲ [۷] عرفات ایک مقام کا نام ہے عرفے کے دن جہاں حاجی قیام بھی کرتے ہیں اور نماز ظہر و عصر وہاں ادا کرتے ہیں، تلبیہ اور دوسری دعائیں بھی پڑھتے ہیں اور پھر مکہ لوٹ آتے ہیں یہ جگہ جو ایک فراخ میدان ہے مکہ سے نو کوس کے قریب ہے ۱۲

کیش منی را بمنی ریز خون
نفس دنی را بفنا کن زبون

سنگ بدست آر ز رمی الجمار[1]
دیو هوا را کن ازان سنگسار

چون دل ازان شغل بپرداختی
کار حج و عمره[2] بهم ساختی

شکر خدا گوی که توفیق داد
ره بسوی خانهٔ خویشت گشاد

ورنه که آرد که بآن ره برد
ور چه شود مرغ و آن ره پرد

حکایت علی بن موفق قدس الله سره و مناجات بحضرت حق جل و علا

پور موفق[3] که بتوفیق حق
برده ز هر سیر موفق سبق

بادیهٔ کعبه همی برید
محنت آن راه بسی می کشید

روزی ازانجا که دلی داشت تنگ
زد بدر کعبه خود بینگ

گفت خدایا پس هر محنتی
سوی من افگن نظر رحمتی

راه حج و عمره برفته ام
بهر تو نی بهر کسی رفته ام

دل بوفای تو گرو بوده ام
بی سر و پا در تگ و پو بوده ام

زین سفرم نیست بکف حاصلی
نی سر و فتی ز بیابان دلی

[1] رمی الجمار کے معنی حاجیوں کا تینوں حجروں پر کنکر مارنا ۱۲ [2] عمرہ ارکان حج میں سے ایک رکن کا نام ہے۔ اور اس کی یہ صورت ہے کہ مکے سے احرام باندھ کر موضع تنعیم میں جاتے ہیں۔ یہ جگہ مکے سے تین کوس کے قریب ہے۔ یہاں کچھ نفل پڑھ کر پھر مکے میں آتے ہیں ۱۲

[3] علی بن موفق ایک بزرگ کا نام ۱۲

هیچ ندانم که مرا حال چیست
بخت مرا پایهٔ اقبال چیست

شب چو درین فکر فرو شد بخواب
آمدش از حضرت عشق این خطاب

کای بر هم پای ز سر ساخته
بر همه زین پایه سر افراخته

گر نه ترا خواستمی کی چنین
دادمیت راه سوی این زمین

هر که نه مائل بسوی وی شوم
سوی خودش راهنما کی شوم

حاصلت این بس که ترا خواستم
باطنت از شوق خود آراستم

ره بسوی خانهٔ خود دادمت
بر در هر کس نفرستادمت

یارب ازانجا که کرم آن تست
چشم همه بر در احسان تست

جامی اگر چند نه صاحبدل ست
از تو بامید چنین حاصل ست

مقالهٔ هشتم در اشارت بعزلت که رمل بر عزتست و بعین علم زلت و بی زای زر علت ست

ای چو گلت تیز بجنگ خیال
دامن صحبت بکش از ناکسان

گرچه ز آغاز سیادت دهند
عاقبت الامر بیادت دهند

غنچه وش از همنفسان لب ببند
خیره چو گل بر رخ هر کس مخند

جلوه مده همچو خور آوازه خویش
باش چو سایه پس دیوار خویش

برکس[۱] و ناکس بجستم خمول
قفل کن ابواب خروج و دخول

[۱] یعنی گمنامی میں رہ اور کسی کو آنے جانے نہ دے ۱۲

در نشیمن باش چو پیسه ماران | خانه بپرداز ز نامحرمان
گر بود اندر بن غاریت جای | حلقهٔ مارت شده زنجیر پای
به که ز حلقه بنهی پای خویش | محفل حلقه کنی جای خویش
ور شودت در کمر کوه و سنگ | گرد میان منطقه دم پلنگ
به که دورنگان منافق سیر | پیش تو بندند بخدمت کمر
گر کشدت تا نه بیشه شیر | کشمکش او کند از جان سیر
به که حسیفان کف راحت نهند | مرهم لطفت بجراحت نهند
گر کشدت بحر پر آشوب غرق | یا گذرد موج هلاکت ز فرق
به که تهی از حریفان خاص | رخت خود آری بامید خلاص
در کنف پرتو خور کم نشین | تا نشود سایه ترا همنشین
روی ز لب جوی بگردان بتاب | تا نزند صورت تو سر ز آب
آینه را در نظر خود منه | تا نشود عکس ترا جلوه ده
اول فطرت که پدید آمدی | از همه کس فرد و وحید آمدی
عاقبت کار که آنجا شوی | از همه تنها نه که تنها روی
اینهمه اکنون گره و بند چیست | اینهمه آمیزش و پیوند چیست

سه اگر تو کیسی ہی مصیبت میں ہو غار میں پڑا ہو اور پاؤں میں سانپ لپٹا ہو یا اور مشکلات جو اگلے شعروں میں بیان کیے ہیں حائل ہوں یہ سب باتیں اس بات کے مقابلے پر ہیچ ہیں کہ منافق تیرے ہم نشین ہوں
سه لب جو سے علیحدہ ہو جا کہ تجھے پانی میں اپنا بھی عکس نظر نہ آئے ۱۲

بگسل ازیشان که زیانِ تو اند
خصم دل و دشمن جان تو اند

قدرِ تو کاهند که افزون شوند
عیبِ تو سنجند که موزون شوند

گر تو شوی پنبه همه آتش اند
ور تو نهی سر همه گردنکش اند

چون دلت از غصه پریشان شود
مایهٔ جمعیت ایشان شود

ور شود اسبابِ حضورِ تو جمع
شعله زند برق حسدشان چو شمع

چند درین سترهٔ بگشاد
عمر دهی از دم ایشان بباد

باد خزانست دم سردشان
سرد شده جان ستم آوردشان

ترسم ازان روز که سردی کنند
دل سیه از دود کینه کنند

هر که نه مشغولیِ دینش ره است
غولِ رهِ تست خدا آگه است

پای وفا در پیِ غولان مدار
روی به بیغولهٔ تنهائی آر

ورنه بود از دلِ سودائیت
طاقت بیغولهٔ تنهائیت

خیز قدم نه به رهِ رفتگان
رو سوی آرامگهِ خفتگان

یاد کن از عهدِ فراموششان
نکته شنو از لبِ خاموششان

پر شده شان بین زغبارِ استخوان
کحل بصیرت کش ازان سرمه‌دان

منزلشان بین تهِ سنگِ تنگ
کوب سر از غفلت بر سنگ

با نفسِ تنگ بر آر از درون
زمزمهٔ نحن[1] بکم لاحقون

[1] نحن بکم لاحقون یعنی ہم بھی تمھیں سے ملنے والے ہیں ۱۲

بو که دلت یابد ازان زندگی / روز حیات تو فرو زندگی

حکایت زنده دلی که با مردگان انس گرفته بود و از زندگان نفرامی نمود

زنده دلی[۱] از صف افسردگان / رفت به همسایگی مردگان
پشت ملالت به عمارت کرد / روی ارادت به زیارت کرد
حرف فنا خواند ز هر لوح خاک / روح بقا جست ز هر روح پاک
گشت ازین سنگ نشان تیز تک / همچو تک آهوی وحشی ز سگ
کارشناسی پی تفتیش حال / کرد ازو بر سر راهی سوال
کاین همه از زنده رمیدن چراست / رخت سوی مرده کشیدن چراست
گفت پلیدان بمغاک اندر اند / پاک نهادان ته خاک اندر اند
مرده دلانند بروی زمین / بهر چه با مرده شوم همنشین
همدمی مرده دهد مردگی / صحبت افسرده دل افسردگی
زیر گل آنان که پراگنده اند / گرچه به تن مرده بجان زنده اند
مرده دلی بود مرا پیش ازین / بستهٔ هر چون و چرا پیش ازین
زنده شدم از نظر پاک شان / آب حیات ست مرا خاک شان
جامی ازین مرده دلان گوشه گیر / گوش بخود دار ز خود توشه گیر

۱ یعنی ایک بزرگ نے آبادی کو چھوڑ کر گورستان کی سکونت اختیار کی تھی ۱۲

هرچه ازین[۱] دائره بیرون تست — کام سعایت زده در خون تست

مقالهٔ نهم در اشارت بصمت که سرمایهٔ نجات ست و پیرایهٔ رفع درجات

ای بزبان نکته گزار آمده — وی به سخن نادره کار آمده

نقطهٔ نطق[۲] است ترا بر زبان — گشته از آن نقطه زبانت زیان

گر کنی آن نقطه ازین حرف حک — خط حکم تو نهد بر فلک

هر که درین گنبد نیلوفری — افگند آوازهٔ نیکو فری

نیکوی و فرّهی از خامشی ست — خامشی تیغ جهالت کشی ست

گفتن بسیار نه از نغزی[۳] ست — ولولهٔ طبل ز بی مغزی ست

خم پر از باده تهی از صداست — چونکه تهی شد ز صدا پر نواست

دولت از غنچه گلی چون گشاد — از دم ناخوش بده اش را بباد

تا لبت بسته ز دعوی بود — کی دل تو محرم معنی بود

غنچه که نه بود پی دانش زبان — لعل و زرش بین گره اندر میان

سوسن رعنا که زبان آورست — کیسه تهی گشته ز سیم و زرست

منطق طوطی خطر جان اوست — قفل ره کلبهٔ احزان اوست

---

۱ یعنی جو اس دائرے سے جس کا تونے ذکر کیا باہر ہے، وہ تیرا خون بہانے کی کوشش میں مصروف ہے ۱۲ ۲ یعنی چونکہ تیری زبان پر نطق کا نقطہ ہے یعنی تو بات کرتا ہے اس واسطے تیری زبان زیاں بن گئی ہے ۱۲ ۳ نغزی نادرہ کاری ۱۲

زاغ که از گفتنش آمد فراغ / جلوه‌گر آمد به تماشای باغ

خشت تیغ ست درین کهنه کاخ / حوصلهٔ تنگ و حدیث فراخ

چرخ بدین گردش دائم خموش / چرخهٔ حلاج هزاران خروش

رشتهٔ دندانت صفی بسته خوش / پیش صدف آمد لب تو پرده‌کش

کرده زبان تیغ پی یک سخن / چند شوی پرده در وصف شکن

گرچه سخن خاصیت زندگی ست / موجب صد گونه پراگندگی ست

زندگی افزای دل زنده را / ورد مکن قول پراگنده را

جسم پر آمد شد انفاس دار / این دو سه نوآمده را پاس دار

هر نفس از تو که هیولی وش ست / قابل هر نقش خوش و ناخوش ست

گر ز کرم نقش جمالش دهی / منقبت فضل و کمالش دهی

بر ورق عشق تو عنوان شود / فاتحهٔ نامهٔ احسان شود

ور ز سفه داغ قصورش کشی / در درکات خطر و شورش کشی

خامه کش صفحهٔ دین گرددت / میل زن چشم یقین گرددت

هوش چه باشد ز خدا آگهی / آگهی از آفت غفلت تهی

دل چو شود ز آگهیت بهره‌مند / پایهٔ اقبال تو گردد بلند

لب چو گشایی گرهٔ هوش باش / ورنه زبان درکش و خاموش باش

سله آسمان باوجود دائمی گردش کے بھی ساکت ہے اور روئی دھننے والے کی دھنکی سے برابر آواز آتی ہے ۱۲ سله ہیولیٰ اصل اور مادہ، قابل قبول کرنے والا ۱۲

بر سخن بیہدہ کم شو دلیر | تاکہ ازیں پایہ نیفتی بزیر

حکایت کشفی کہ ببال بطان پریدن آغاز نہاد و بیک سخن کہ ناگاہ گفت از اوج ہوا بحضیض خاک افتاد

بست بصد مہر باطراف شط[1] | عقد محبت کشفی با دو بط
شد بفراغت ز غم روزگار | قاعدۂ صحبت شاں استوار
روزے ازانجا کہ فلک راست خوے | گشت پے بے مہری شاں کینہ جوے
طبع بطان از لب دریا گرفت | راے سفر در دل شاں جا گرفت
کرد کشف نالہ کہ اے ہمدماں | وز الم فرقت من بے غماں
خو بہ کرمہاے شما کردہ ام | قوت زنعمہاے شما خوردہ ام
گرچہ مرا پشت چو سنگ است سخت | دارم ازیں بار دلِ لخت لخت
ہیچ کسم نیست بجاے شما | پشت بکوہم ز وفاے شما
نے بشما قوتِ ہمپائیم | نے ز شما طاقت تنہائیم
نیک فرو ماندہ بکارِ خودم | پشت دوتا کردہ ز بار خودم
بود نہ بیشہ بلب آبگیر[2] | چوبکے افتادہ چو یک چوب تیر
یک بط ازاں چوبکے سر گرفت | واں بطِ دیگر سرِ دیگر گرفت

[1] شط، دریا کا کنارا۔ کشف کچھوا ۱۲ [2] آب گیر، حوض، تالاب وغیرہ ۱۲

برد کشف نیز بآنجا دهان	سخت بدندان بگرفتش میان
میل سفر کرد به میل بطان	مرغ هوا گشت طفیل بطان
چون سوی خشکی سفر افتادشان	بر سر جمعی گذر افتادشان
بانگ برآمد ز همه کای شگفت[1]	یک کشف اینک به دو بط گشت جفت
بانگ چو بشنید کشف لب کشاد	گفت که حاسد به جهان کور باد
ز لب خود بود گشادن همه	ز اوج هوا زیر فتادن همان
زان دم بیهوده[2] که ناگاه زد	بر خود و بر دولت خود راه زد
جامی ازین گفتن بیهوده چند	زیرکیی ورز و لب خود ببند
تا که درین بادیهٔ هولناک	از سر افلاک نیفتی بخاک

مقالهٔ دهم در اشارت بسحر که نشانهٔ هوشیاری و علامت بخت بیداری ست

ای شکر خواب[3] سحر داده هوش	۱	خیز که برخاست ز مرغان خروش
مرغ سحر زنده و تو مردهٔ	۲	او ز نوا گرم و تو افسردهٔ

[1] شگفت بکسر اول و دوم، تعجب و استعجاب کے معنی میں آتا ہے، لیکن اس شعر میں دوسرا قافیہ جفت ہے، جس سے حرکت ردی میں اختلاف پیدا ہوتا ہے گر پہلے لوگ اس کو جائز سمجھتے تھے کسرکاف کے ساتھ تمام اساتذہ نے استعمال کیا ہے، چنانچہ سعدی کا یہ شعر ؎

تبسم کناں دست برلب گرفت — کہ سعدی مدار انچہ دیدی شگفت ۱۲

[2] دم بیہودہ سے مراد سخت اور فضول بات ۱۲ [3] شکر خواب، میٹھی نیند ۱۲

take the loyalty of God

ترک هواگوی و نوای بزن
چنگ بدامان وفائے بزن

هر شب ازیں پردۂ زنگار گون[1]
ایں همه لعبت[2] که سرآرد برون

مست پے آں که شود آشکار
بر نظرت قدرت لعبت نگار

شرم تو بادا که کنی تا بروز
راه نظر را مژه هیچ دوز

ننگری ایں در بقا پرده را
ویں همه اوضاع نو آورده را

بر نکنی سر که دریں پرده چیست
نقش نگارندۂ ایں پرده کیست

سبحۂ انجم به ثریا که داد
طارم چارم به مسیحا که داد

تار که بربط ناہید[3] بست
زنگ که بر محمل خورشید بست

نیل بریں صفحۂ خضرا که ریخت
غازه دریں حقۂ مینا که ریخت

خرقۂ شب غالیه[4] گوں از که شد
دامنش آلوده بخوں از که شد

شمع سحر[5] لمعۂ نور از که یافت
جبهه[6] مه داغ قصور از که یافت

هست دریں دائرۂ قال و قیل
ایں همه بر هستی صانع دلیل

نقش نگر جانب نقاش رو
حسن بیابین و به سبب گرو

پیش دریں مرحله غافل مخسپ
پاے برآر از گل و درگل مخسپ

---

۱ مراد آسمان ۱۲ ۲ لعبت گڑیا یہاں ستاروں سے مراد ہے ۱۲ ۳ ناہید ستارہ زہرا جسے رقاصۂ فلک بھی کہتے ہیں ۱۲ ۴ غالیہ ایک مرکب خوشبو ۱۲ ۵ شمع سحر سے مراد یہاں آفتاب ہے ۶ جبہہ پیشانی، داغ قصور سے یہاں مراد چاند کا داغ۔ داغ قصور سے مراد یہ ہے کہ قدیم زمانے میں قاعدہ تھا کہ سزایاب مجرموں کی پیشانی وغیرہ پر داغ دے دیتے تھے ۱۲

خلعت عمر تو عجب کوته است — خون بدل از کوتهیش تنه است

بیش مسافر ای عمر بعقد اقل خواب — کوتهی آن که نیفتد صواب

خواب چو مرگ ار نبود ضد زیست — نکتهٔ النوم اخ الموت چیست

چهرهٔ این اخ به تف آلوده باد — خود به تف این اخ چه مناسب فتاد

هست یکی نیمهٔ عمر تو روز — نیمهٔ دیگر شب انجم فروز

روز و شب عمر تو با صد شتاب — می گذرد آن بخور و این بخواب

روز پی خورد سگ دیوانهٔ — خفته به شب مرده بکاشانهٔ

روز چنان می گذرد شب چنین — کی شوی آمادهٔ روز پسین

شب چو رسد شمع شب افروز باش — همنفس گریهٔ جانسوز باش

اشک همی ریز بصد درد و سوز — عذر همی خواه ز تقصیر روز

هرچه به روز از دل جافی کنی — وای اگر شب نه تلافی کنی

روز تو شد شام بعصیان گری — شام بروز ار بعذر آوری

روز و شبت گر همه یکسان شود — بر تو شب و روز تو [illegible]

روز که صد گونه گنه کرده — نامهٔ اعمال سیه کرده

شب ز مژه بهر سفیدی روی — از رخ آن نامه سیاهی بشوی

ف بیند موت کی بہن ہی ۱۲ سے یعنی تیری عمر دو حصے ہیں ایک دن اور ایک رات تو دن تو کھانے میں صرف کرتا ہے اور رات سونے میں ۱۲

چند کنی خواب ز خود کامگی		با دل فارغ ز سبکنامگی
کردۂ تو خواب و زرائے حجاب		ناظر حال تو منزہ ز خواب
شب چہ کنی روز بہ بے حاصلی		کو بتو خوش ناظر و تو غافلی

حکایت عارف بیدار دل شب زندہ دار و آں جاہل مغرور بغفلت و پندار

عارفے [1] از ظلمت شب نور یاب	۱	دیدہ فرو بستہ بکلی ز خواب
شب کہ ز خورشید [2] نظر دوختی	۲	شمع نظر تا سحر افروختی
ہر مژہ از دیدہ خونبارہ کرد	۳	بود برابر روش ہمانا گرہ
روزے از و کرد فضولے سوال	۴	کای زدہ راہ تو خواب و خیال
چون دل بیدار تو از خواب رست	۵	دیدہ چرا بایدت از خواب بست [3]
رنج نخفتن چو گراں دارد ت	۶	یکدم راحت چہ زیاں دارد ت
گفت نشاید کہ خدائے جہاں	۷	بر شبے آید بہ نخست آسماں
بانگ زند کز صف دوران گناہ	۸	کیست کہ آید بدرم عذر خواہ
تا کرم [4] خویش سفیرش کنم	۹	رحمت خود عذر پذیرش کنم
من بچنیں حال نہم سر بخواب	۱۰	گوش بخوابانم ازیں خوش خطاب

[1] ایک عارف جو ظلمت شب سے فائدہ اٹھاتا تھا ۱۲ [2] یعنی سورج چھپنے کے بعد رات بھر آنکھیں کھولے بیٹھا رہتا تھا ۱۲ [3] یعنی جب تمہارا دل نہیں سوتا تو پھر کیا غم ہے کہ ہر وقت جاگا کرتے ہو ۱۲ [4] کہ اپنے کرم کو سفیر بنا کر میں اسکی عذر خواہی کو قبول کروں ۱۲

او نظرِ لطف بمن کردہ باز	دیدۂ اقبالِ من از وے فراز
ہر کہ کند دعوے سودائے او	خواب کناں از رخِ زیبائے او
دعویش از صدق بود بے فروغ	چوں نفسِ صبحِ نخستیں دروغ
جامی اگر دیدۂ تو روشن ست	در دلت از دیدۂ جمالِ وے زن ست
سخت قدم باش دریں رہ نہ سست	چشم بر آں دار کہ چشمش ببست

مقالۂ یازدہم در نشان دادن از حالِ صوفیان کہ نشانِ ایشان بے نشانی ست زندگانیِ ایشان در جانفشانی

اے ز صفت تیرہ دلاں خم[1] زدہ	۱	وز صفتِ اہلِ صفا دم زدہ
دل نشدہ صاف ز نام آوری	2	نام بر آوردہ بہ صوفی گری
شیوۂ صوفی چہ بود نیستی	3	چند تو بر ہستیِ خود ایستی
گم شو ازیں ہستیِ پُر استلم[2]	4	بلکہ شو از گم شدگی نیز گم
تا شدہ از خویش تہی ہمچو نے	5	دم نزنی زانچہ نئی تا بکے
گر تو نئی ایں ہمہ آوازہ چیست	6	ہر نفس ایں زمزمۂ تازہ چیست
نے[3] چہ بود آنکہ نیستانِ خویش	7	دم نزند جز ز نیستانِ خویش

[1] خم زدن، بھاگنا۔ یعنی اے وہ شخص کہ تو تیرہ دلوں کی صفت بھاگ کر صافدلی کا دعوے کرتا ہے ۱۲

[2] استلم غلبہ، زور۔ ہستی پُر استلم وہ ہستی کہ جس میں زور و غلبہ کی نمود ہو ۱۲ [3] مقولۂ مولانا رومؒ ۔ بشنو از نے چوں حکایت میکند　از جدائیہا شکایت میکند ۱۲

بادۂ ہستی خوش پیرود	8	نے بلند از نیستان عدم آورد
چوں ز نیستاں شکر افشاں شود	9	بہر حریفاں شکرستاں شود
از شکرستاں چو برآمد نفس	10	طوطی جانہا شود آنجا مگس
بر لبت ایں لاف کہ چوں نے کلیم	11	در دلت اندیشہ کہ جز من کیم[1]
قالب تو رومی و دل زنگی ست	12	رو کہ نہ ایں شیوۂ یکرنگی ست
باطن رومی دل زنگی کجا	13	رنگ یکے گیر و دو رنگی کجا
رنگ و زنگی بدو زنگاں گزار	14	رنگ یکے گیر کہ آید بکار
بہ کہ شفا جو ز مسیحا شوی	15	بہ کہ از ایں عیب مبرا شوی
خشک ز روزہ شکمت طبل ساں	16	گشتہ علم از سر تو طیلساں
سر زدہ از دولت انصاف فقر	17	چند بدیں طبل و علم لاف فقر
خرقۂ صد پارہ کہ داری بدوش	18	بر سر صد عیب بود پردہ پوش
دلق ورع[2] را چو بود تار سست	19	کے شود از خرقۂ پارہ درست
رشتۂ تسبیح تو دام ریاست	20	مہرۂ آں[3] دانۂ مرغ ہواست
دانہ و[4] دام از پے آں گستری	21	تا غذا از سینۂ مرغے خوری

[1] کے سے مراد پادشاہاں، کیکاؤس، کیقباد، کیخسرو، یعنی ظاہر اس کی طرح مشیخت اور دل میں یہ خیال کہ میں بہت بڑا ہوں ۱۲ [2] ورع، پرہیزگاری، تقویٰ یعنی اصل میں اگر پرہیزگاری نہیں ہے تو یہ دکھاوٹی خرقہ کام آنے والی چیز نہیں ہے ۱۲ [3] تیری تسبیح کے دانے مرغ حرص کی خوراک ہیں ۱۲ [4] یہ دانہ و دام اس لیے پھیلا رکھا ہے کہ کسی مرغ کے سینے سے تو غذا کھائے ۱۲

هست ز مسواک چو سوهان تو[۵۱] — تیز بخون همه دندان تو
تیزی دندانت بسوهان بپای — از سر هر سفره مشو لقمه خای
شرح محاسن[۵۲] چو دهد شانه ات — سر بقبایح کشد افسانه ات
نیست[۵۳] بروی تو یکی مو سیاه — چند کنی نامه سیاه از گناه
شکل کمان[۵۴] راست قدت شد دو ته — بهر کمان تو عصا گشته زه
تا بکمانت فلک این جلب است — تیر جوانیت برون شد ز شست
نوبت پیریست جوانی مکن — میل سوی نفس امانی مکن
بر سر سجاده[۵۵] چو پا سایدت — پا ز رعونت بزمین نایدت
رخ بزمین سای بوقت نماز — زانکه مصلاست حجاب نیاز
از تهی و تجربی اندیشه کن — پیروی راست روان پیشه کن
مدعی خرقۀ تقوی مپوش — متقی جام تمنا منوش
زهدی آلوده نیرزد به هیچ — مس زر اندوده نیرزد به هیچ
صورت و معنیت بهم راست دار — تا شوند اهل صفا خواستگار
یا ز سرت[۵۶] خرقۀ تقوی بکش — یا قدم از راه تمنا بکش

---

۵۱ تیری مسواک سوہان کا کام کرتی ہے اور سب کے خون پر تیرے دانت لگے ہوئے ہیں ۱۲ ۵۲ محاسن داڑھی ۱۲ ۵۳ یعنی اب تیری داڑھی میں ایک بال بھی سیاہ نہیں رہا ۱۲ ۵۴ کمان کی طرح تیرا قد ہے اور عصا زہ کا کام کرتا ہے ۱۲ ۵۵ تو اگر عبادت کے لیے مصلے پر پاؤں رکھتا ہے تو غرور سے پھر تیرا پاؤں زمین پر نہیں پڑتا ۱۲ ۵۶ یا اس فقیرانہ گدڑی کو اپنے جسم سے اُتار کر پھینک دے ۱۲

حکایت صوفی کہ در سماع غنای مغنیہ خرقۂ فقر از کشید و از لجۂ حقیقت بساحل مجاز افتاد

1 کعبہ روی از سر وجد عظیم — در صف پیران حرم شد مقیم
2 مرغ دل او چو زدی پر و بال — رستی ازین دامگہ پر و بال
3 وجد الیمش رہاندی زخویش — جذبش بازستاندی زخویش
4 آمدی از ہستی خود گشتہ صاف — رقص کنان گرد حرم در طواف
5 روزی از انجا کہ قضا رہ زدش — زخم بلا در دل آگہ زدش
6 مطربہ رونق کارش ببرد — وز دل و جان صبر و قرارش ببرد
7 ذوق مے عشوہ و نازش چشید — دل ز حقیقت بمجازش کشید
8 بود ہمان حالت وجدش بجاے — لیک ازین شاہد و شان سرے
9 خرقہ بپیران حرم داد و گفت — سر خود از خلق چہ دارم نہفت
10 در دل من وجد الٰہی نماند — جنبش من جز بملاہی نماند
11 زآتش اغیار درونم بجوش — خرقۂ اصحاب چہ دارم بدوش
12 خوش نبود بتکدہ دل زان نگار — خلعت اسلام بکعبہ سزوار

ل یعنی یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دل تو اس بت کی یاد سے بتخانہ بنا ہوا ہے اور کعبہ کی طرح خلعت اسلام یعنی خرقۂ صوفیہ پہنے رہوں ۱۲

تا بحقیقت نہ کشید آں مجاز / باز نیاید بسر خرقہ باز
جامی ازیں قاعدۂ دلپذیر / تا بتوانی سبق عشق گیر
زاں کہ دریں مزرع مرد آزمائے / ہیچ نیرزد جو گندم نمائے

مقالۂ دوازدہم در شرح حال علمائے از عمل دست تہی کہن جدول معرا

اے عمل علم برافراختہ / چوں علم از علم برافراختی
خویشتن از علم علم ساختی / چوں عمل آمد علم انداختی
لاف درستیت علم سازیت / تحت سستی علم اندازیت
دعوے دانش کنی از جاہلی / حاصل تحصیل تو بے حاصلی
خواجہ زند بانگ کہ صدہت درم / مفلس شود از جہت صدت درم
لیکن اگر دست بجیبش نہی / چوں کف مفلس بود از زر تہی
کیسہ چو خالی بود از زر و سیم / دعوے اکسیر چہ سود از حکیم
جمع کتب از سرہ و ناسرہ / کردہ چو خشت ست بگرد تو خرہ
آں خرہ کش ہست کہ از چار حد / بست میان تو و مقصود سد
ہر ورق زاں کتب آمد حجاب / زاں حجب تو بسوے رخ نتاب

لہ یعنی عاجز ہوگیا یا فرار ہوگیا ۱۲ ۔ کہ کھری کھوٹی ۔ اچھی بری ۱۲ خرہ وہ چیز جو ایک دوسری پر رکھی ہوں جیسے اینٹیں یا کتابیں یہاں مراد دیوار ۱۲

تا بری از همه فردا سبق — زان کتاب امروز بگردان ورق

علم که خوانی بره ناصواب — باشد از آن علم سیه رو کتاب[۱]

نور دل از سینهٔ سینا مجو — روشنی از چشم نابینا مجو

جانب کشف است اشارات او — باعث خوف است بشارات او

فکر شفایش همه بیماری است — نیل نجاتش ز گرفتاری است

قاعدهٔ طب که بقانون نهاد — پای نه از قاعده بیرون نهاد

لیک نهان ساخت بر اهل طلب — روی مسبب بحجاب سبب

خاصیت علم سبب دوری است — شیوه جاهل سبب آموزی است

طب ز نبی جوی که طب نبی — بیازدت از علل اجنبی

از مرض جهل شفا بخشدت — وز کدر نفس صفا بخشدت

تابد از اسباب و علل روی تو — واکند از هر چه نه حق خوی تو

عمر تو شد صرف اصول و فروع — هیچ نشد با صلت رجوع

هیچ وقوفت ز مقاصد چو نیست — از طلبت وز مواقف مایه چیست

بر تو چه بگشاد ز مفتاح راه — دولت فتح از در فتاح خواه

نور هدایت ز هدایه مجوی — راه نهایت به نهایه مپوی

گر ز موانع دل تو صاف نیست — کشف موانع حد کشاف نیست

۱؎ کتاب سے مراد چہرہ جس کو کتاب سے تشبیہ دیتے ہیں ۱۲

ترک نفاق و کم تلبیس گیر
علم ز سرچشمۂ تقدیس گیر

ہر چہ نہ قال اللہ و قال الرسول[1]
ہست بر اہل فضیلت فضول

فضل خدا بین و فضولے مکن
جہل ز صدر فتنہ جہولے مکن

علم چو دادت ز عمل ہیچ!
دانش بیکار نیرزد بہ ہیچ

چوں بہ بساط عملت سود پائے
بے عملاں را بہ عمل رہنمائے

بایدت اول ادب اندوختن
پس دگراں را ادب آموختن

چوں دگراں را شوی آموزگار
کم طلب آں را[2] عوض از روزگار

علم بود جوہر و باقی سفال
آں چو حقیقت دگراں چوں خیال

ہیچ جواہر بسفالی کہ چہ
بذل حقائق بہ خیالی کہ چہ

حکایت عالمے کہ در چاہ افتادہ بود و بشاگرد خود مدد نابجاے خنجر از دست بداد

غافلے از چاہ جہالت بروں
در پے افتاد بچاہے دروں

ہیچ بدو دست ندادش براہ
ماند دراں راہ چو یوسف بچاہ

سایہ صفت در تگ چاہ آرمید
سایۂ شخصے بسر چاہ دید

[1] یعنی جو بات خالق جل وعلا یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحابہٖ وسلم نے نہیں فرمائی وہ اہل فضیلت کے لیے فضول ہے ۱۲ [2] یعنی دُنیا میں اُس کے بدلے کا خواستگار نہ ہو ۱۲

نعره برآورد که ای ره نورد / از ره احسان و مروت مگرد

پای مروت بسر چاه نه / دست بافتادهٔ از راه ده

راه رو آمد بسر چاه گفت / دست بده ای به غم و آه جفت

گفت نخست از کرم عام خویش / گو خبرم از لقب و نام خویش

گفت که شاگرد کمینِ توام / در رهِ دین خاک نشین توام

گفت که حاشا که ازین چاه پست / در رهم امروز بدست تو دست

من که بتعلیم میان بسته ام / از غرض سود و زیان رسته ام

کوششم از راه خداوندیست / خاص پی فضل خداوندیست

کی بجز او گر الایش / وز غرض آلودگی افزایش

در تگِ این چاه نشینم اسیر / تا شودم بی غرضی دستگیر

پایهٔ علم چو بلند اوفتاد / هیچ جز آنهم نه پسند اوفتاد

همت جامی که بلندی گرفت / از شرف علم پسندی گرفت

علم پسندید ز طبع بلند / هیچ پسندید بجانش پسند

مقالهٔ سیزدهم در مخاطبهٔ سلاطین که اگر دیگران تابنده آسمان عدل اند چشمهٔ آفتاب اند و اگر همه بر گرد خود میگردند طوفان ظلم را گرداب اند

ای بسر افسر فرماندهی / افسرت از گوهر احسان تهی

۵ پسند - بسنده کافی ۱۲

زیور ہر افسر ازاں گوہرست　　خالی ازیں مایہ و دردسرست
گرد میانِ تو مرصع کمر[1]　　مہرہ و مار آمدہ با یکدگر
لیک نہ آں مہرہ کہ روز شمار　　نفع رساند بتو ز آسیب مار
تخت زرت[2] آتش گوہر درو　　ہست درخشندہ چو اخگر درو
شعلہ بجاں در زدہ آں آتش ست　　لیک ز بس بیخودی آنت خوش ست
چوں بخود آئی ز شراب غرور　　آورد آں سوختگی بر تو زور
ہر دمت از درد دہد صد قطرہ خوں　　از بن ہر موے تراود برون
سود سر ایوانِ ترا بر سپہر　　شمسۂ[3] آں گشتہ معارض بمہر
قصر تو چوں کاخ فلک سربلند　　حادثہ را قاصر ازانجا کمند
حارس و بواب ترا بدسگال[4]　　بستہ پے حفظ تو راہ خیال
لیک نیارند بمکر و حیل　　بستن آں رخنہ کہ آرد اجل
زود بود کاید اجل در کمیں　　شیشۂ عمر تو زند بر زمیں
نقد حیاتِ تو بغارت برد　　خصم[5] ترا تحفہ بشارت برد

[1] یعنی تیری کمر پر جو مرصع پٹکا ہے اس کی مثال سانپ اور سانپ کے من کی سی ہے ۱۲
[2] یعنی وہ تخت زر جس پر کہ لعل لگے ہیں وہ آگ کی طرح ہیں اور انگارے کی طرح اس میں چمکتے ہیں اور انھوں نے تیرے دل میں آگ لگا رکھی ہے مگر تجھ کو وہی اچھے معلوم ہوتے ہیں ۱۲ [3] شمسہ کلس ۱۲
[4] حارس نگہبان، چوکیدار۔ بواب دربان یعنی یہ لوگ تیرے دشمن ہیں دراصل انھوں نے راہ خیال بھی تیرے اوپر بند کر دی ہے یعنی اور کوئی تو کیا پہونچ سکتا ہے خیال بھی نہیں پہونچ سکتا ۱۲ [5] یعنی نصیب تیرے رنج کی تیرے دشمن کو بشارت پہونچائے گا ۱۲

کنگر کاخ تو بخاک افگند
طاق بلندت بمغاک[1] افگند

افسرت از فرق فتد زیر پای
پایۂ تخت تو بلغزد زجای

روزے ازیں واقعہ اندیشہ کن
قاعدۂ دادگرے پیشہ کن

ظلم ترا[2] بیخ چو محکم بود
ظلم تو ظلم ہمہ عالم بود

خواجہ بخانہ چو بود دف سرای
اہل سرایش ہمہ کوبند پای

شہر[3] ز آشوب تو غارت شود
تا یکے خانہ عمارت شود

کاش کنی ترک عمارت گری
تا نکنند کار بہ غارت گری

باغ ز آسیب تو گردد تلف
تا در آید بہ دو سیبے بکف

بہ کہ ازاں سیب شکیبت بود
ورنہ بہر سیب حسیبت بود

میوۂ و مرغ سر خوانت مقیم
از حرم بیوۂ و باغ یتیم

مطبخیت[4] ہیمہ ز خوے درشت
می کشد از رشتۂ ہر کوزہ پشت

باز ترا بیشہ شکاراں بہ فن
طعمہ دہ از چوزۂ ہر پیرزن

بارگی[5] خاص ترا اسپرین
کاہ چو از توبرۂ خوشہ چین

[1] گڑھا ۱۲ [2] اگر تو ظلم کرتا رہے گا تو تمام عالم ظلم پر دلیر ہوگا اور سب کے ظلم تیرے ہی نامۂ اعمال میں لکھے جائینگے ۱۲ [3] یعنی تیرے نوکر تیرے بہلنے سے شہر کو غارت کر دیں گے جب وہ ایک باغ کو اجاڑیں گے تو زیادہ سے زیادہ آپ کو ایک سیب یا ایک ہی مل سکے گی ۱۲ [4] مطبخی باورچی، ہیمہ ایندھن کی لکڑی، کوزہ پشت کبڑا ۱۲ [5] بارگی سواری کا گھوڑا ۱۲

گوش کنیزان ترا داده بهر / از زر و در ریزه گدایان شهر

چند کنی ظلم به بوم[1] و مرز / چند کنی ظلم و ستم عدل ورز

بین که ازین هر دو کدام ست به / هر چه نه به بر رخ او دست نه

ظلم نهد دام سراب غرور / عدل دهد جام شراب سرور

هان که جگر سوخته و دل کباب / باز نمانی بسراب از شراب

شهر و ده آباد بعدل ست و بس / طبع جهان شاد بعدل ست و بس

تو چو شبانی و رعیت همه / در کنف[2] رحمت تو چون رمه

وای شبانی که کند کار گرگ / همچو سگ دزد شود یار گرگ

بره[3] کند باز ز پستان میش / تا دردش گرگ بدندان خویش

عدل تو گر فیض رسانی کند / بر رمها[4] گرگ شبانی کند

پنجه کند شانه بدشت و دره / شانه زند گردن میش و بره

آهو با گرگ شود در خرام / هم سگ و صیاد بروباه رام

[1] بوم و مرز، جگہ، مقام ۱۲
[2] کنف، کنارہ ۱۲
[3] برہ، بکرا بکری ۱۲
[4] رمہا جمع رمہ کی بکری کا گلہ ۱۲

حکایت عمر عبدالعزیزؓ که در همه عمر عزیز از افراط عدالت ملبس بود واز حلیهٔ مروت متشکر شده بود

چون ثمر[1] دوحهٔ عبدالعزیز | دولت دین شد ز شرف ملک نیز
قاعدهٔ عدل[2] عمرؓ تازه کرد | ملک خلافت بیک اندازه کرد

ق

گوشه‌نشینان[3] که ز ظلم سیاه | خاسته بودند ز سرهائے راه
پویه کنان بر سر راه آمدند | بهر خبر پرسی شاه آمدند
کاں پیشینه شکر چه شد | حال وے از گردش اختر چه شد
دین شه عادل دل و فیروزه روز | کیست که شد نیر عالم فروز
رهسپری[4] گفت چنان یافتید | این خبر خیر که بشتافتید
مژده رسانند که بودی دلیر | بر رمه زین پیش بسے گرگ و شیر
بر رمه[5] از گرگ دلیری نماند | شیر بخونخواری شیری نماند

۱ ثمر دوحهٔ عبدالعزیز سے مراد عمر بن عبدالعزیز ہیں جو بنی اُمیہ میں سے آٹھویں خلیفہ تھے، ۶۱ھ یا ۶۳ھ میں بطن اُم عاصم بنت عاصم بن عمر خطاب رضی اللہ تعالے عنہ سے پیدا ہوے ۹۹ھ میں خلیفہ ہوے اور ۳۹ سال ۶ ماہ کی عمر میں ۲۰ رجب ۱۰۱ھ میں زہر سے جو اقربا نے دیا تھا وفات پائی نہایت عادل خلیفہ تھے ان کے بعد یزید ثانی بن عبدالملک خلیفہ ہوا ۱۲ (عبدالباری آسی) ۲ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے عدل میں سراسر طریقہ عمرؓ اختیار کیا تھا ۱۲ ۳ یعنی جو فقرا ظلم سیاہ عبدالعزیز سے عاجز آکر مارے مارے پھرتے تھے ۱۲
۴ رہ سپرے سے مراد مسافر، یعنی مسافر نے دریافت کیا کہ یہ خبر تم کو کہاں سے ملی ۱۲
۵ یہ اُن کا جواب ہے کہ اب گرگ گوسفند کے گلے پر دست درازی نہیں کرتا ۱۲

بره و گرگ اند بهم در حرم / آهو و شیر اند بهم گشته رام

این همه از دولت این خسرو است / کز قدمش رسم عدالت نو است

آن ز خباثت صفت گرگ داشت / بر سر ما گرگ دگر می گماشت

وین ز کرم چون به بزرگی رسید / گرگ ز سر کسوت گرگی کشید

هست درین مرحله خرد و بزرگ / با دهن یوسف و دندان گرگ

گرچه بود خوش لب خندان شان / جامی و صد زخم ز دندان شان

[illegible]

مقالۂ چہاردہم در اشارت بحال وزیراں و دبیراں کہ رقم عدل و ظلم بر صفحات ایام از رشحات اقلام ایشان ست

ای[1] چو قلم صورت خود کرده راست / میل رقمهای کجی از تو خاست

تا قلم آسا بسر[2] خود روی / گرچه همه نیک روی بد روی

هر که بیک حرف قلم کج نهاد / حرف وی از لوح بقا محو باد

چند به دفتر رقم ناصواب / یاد کن از دفتر یوم الحساب ۱۴

[illegible]

ل۱ مصنف رح اہل قلم دبیروں اور وزیروں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تم نے قلم کی طرح اپنی صورت درست بنا رکھی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ کجی کے خواہشات تمہیں سے پیدا ہوتی ہیں ۱۲

ل۲ جب تک تو قلم کی طرح مغرورانہ خیال لے کر سر میں لیکر چلے گا چاہے وہ سراسر نیکی ہی کا راستہ کیوں نہ ہو مگر برا ہی سمجھا جائے گا ۱۲

تو به سه[۱] انگشت شده خامه زن — خلق ده انگشت ز تو در دهن
آن که تو خوانیش صریر قلم — از رقمت هست نفیر قلم
خط که ورق تر کند از دست تو — خاک بسر بر کند از دست تو
جنبش کلک تو ز ناراستی — برده[۲] ز بالای الف راستی
وز قلمت قاف جهان تا بقاف — پر شکن[۳] و تاب شده همچو کاف
نوک قلم از سر گزلک[۴] مخار — تیز مکن بیهده دندان مار
عاقبت آن مار ز راه ستیز — بر تو زند زخم ز دندان تیز
بلکه زده زخم تو ز افسردگی — نیستی آگاه ز آزردگی
موکه زند بر سر کلکت گره — از ره معنی ست ترا پند ده
کای بجز دگشته ستم تا بچند — جهت بکاری که بموئیست بند
چند مددگاری ظالم کنی — وز مددش کسب مظالم کنی
تا ببری از دل ظالم غبار — گردن مظلوم کنی زیر بار
خرمن دهقان که بخون جگر — کشتهٔ وی آمده در ده بهر
سوختهٔ آتش بیداد تست — دانهٔ کاهش همه بر باد تست
دانه کنی نقل با نبار شاه — کاه برے بهر ستور سپاه

---

[۱] تو تین انگلیوں سے قلم پکڑ کے لکھتا ہے لیکن لوگ اپنی دسوں انگلیاں تیرے ظلم کی وجہ سے چبائے ڈالتے ہیں ۱۲ [۲] یعنی الف کے قد سے بھی اس نے راستی دور کر دی ہے ۱۲ [۳] چونکہ کاف ٹیڑھا ہوتا ہے اس لیے ایسا کہا (ک) ۱۲ [۴] گزلک چھری ۱۲

چونز

حصۂ دہقاں کہ شوی غورہ رس | دانۂ اشکے کہ روی ست و بس

مایۂ تاجر کہ در آوارگی | جمع نشد جز بجگر خوارگی

شد ز براتت[1] ہمہ صرف زکات | در کف قبض ست ہنوز آں برات

کاسب بیچارہ کہ در شہر و کوے | ز آبلۂ دست کند آبروے

در کف از تیشۂ ستمگار ریش | ہیچ بجز آبلہ نگزاریش

خارکش پیر کہ چوں خار پشت | خم بودش پشت ز بار درشت

چوں شود از خار تہی پشت او | قیمت آں را نکشی از مشت او

گاوک شیر آور بیوہ زال | خرج شد از بہر خراجت سال

گرسنہ و تشنہ شدہ گوشہ گیر | خون جگر می خورد اکنوں چو شیر

مال یتیماں برہت پایمال | حاصل سائل ز تو ذل سوال

زیور طفلانت ز طبع لئیم | ہست ز رہ سائل دُر یتیم

نقل شب عیش تو نقل سخن | نوبہ نو از تیرہ دلان کہن

مطربت[2] تو آنکہ بہانگ بلند | مال فلاں گوید و چوں ست و چند

حیلہ بصد گونہ نمودن تواں | وز کفش آں مال ربودن تواں

کار تو شد بار دل صد ہزار | شرم نداری تو ازیں کار و بار

[1] یعنی تو نے اس زکوٰۃ کو بھی اپنا ہی حصہ بنا لیا ہے جو خزانۂ شاہی سے نکلتی ہو اور اسپر تو خود قابض و متصرف ہے ۱۲

[2] یعنی تیرا مطرب گویا گا گا کر لوگوں کے مال اور مقدار مال کی تجھکو پتا دیتا ہے ۱۲

بیش مکن دست تطاول بروں　　کز تو قلمرو چو قلم شد نگوں
شه ز تو بد نام رعیت خراب　　ملک ز غوغاے تو در اضطراب
کن نظر[1] تجربه در همسراں　　تا نشوی تجربهٔ دیگراں
تجربهٔ چوب[2] به پهلو سخت　　به که بعبرت نگری بر درخت
لیک سر تجربه گنجیت نیست　　تجربه جز حرص وزیریت نیست

حکایت درازدستی که دست بریده و از قلم وزارت کوتاه شد

بود یکے شاه که در ملک و مال　　عهد وزیرے چو رسیدی بسال
دست قلم سانش جدا ساختی　　چوں قلم از بند بر انداختی
هر که گرفتی ز هوا[3] دست او　　پایهٔ اقبال شدی پست او
دست وزارت بوے آراستی　　جان حسود از حسدش کاستی
روزے ازیں قاعدهٔ ناپسند　　ساخت جدا دست وزیرے ز بند
دست بریده به هوا در فگند　　تاش بگیرند صلا در فگند

[1] تو ظالموں کے حال اور قصوں سے خود عبرت حاصل کر، ایسا نہ ہو کہ لوگ پھر تیرا حال اور قصہ سن کر عبرت حاصل کریں ۱۲ [2] لکڑی کا تجربہ اپنے پہلو پر کرنا دشوار ہے اس سے بہتر یہ ہے کہ درخت پر ہی اس کو دیکھ لے اور عبرت سے اس پر نظر ڈال ۱۲ [3] یعنی اُس وزیر کا جو ایک سال رہ چکا ہوتا ہاتھ کٹواتا اور پھینک دیتا اور پھر جو اس ہاتھ کو لپک لیتا اُس کو وزیر بنا لیتا ۱۲

چشم خرد کرد فراز آں وزیر　　دست دگر کرده دراز آں وزیر
دست خود از بیخردی خود گرفت　　بہر وزارت رہ مسند گرفت
تجربہ نگرفت ز دست شکست　　دست خود از دست دگر بر شکست
جامی ازیں پیش کہ تیغ اجل　　دست تو کوتاہ کند از امل
دست امل از ہمہ کوتاہ کن　　در صفت کوتہ املاں راہ کن

مقالۂ پانزدہم در تنبیہ آنکہ صبح شیب از شب شباب شاں میدمد و دراں صبحگاہ نسیم آگاہی بمشام ایشاں نرسیده

اے تنت[1] از شمع گدازنده تر　　شعلہ زناں آتش شیبت ز سر
داده سر[2] سبز تو آتش فشاں　　از شجر اخضر و نارش نشاں
چرخ کہ بر فرق تو کافور ریخت　　بر تو ہم از شعر تو کافور بیخت
تاکہ کند سردی کافور سرد　　بر دل گرمت ہوس خواب خورد
کرد شب موئے تو تصویر صبح　　روز اجل راست تباشیر صبح
گردش دولابے چرخ بریں　　بر سر و آرام گرفتہ زمیں

[1] اے وہ کہ ترا جسم شمع سے بھی زیادہ پگھلنے والا ہے اور تیرے سر کے بڑھاپے کے شعلے نکلنے لگے ہیں ۱۲ [2] تیرا سر سبز جو کبھی سبز تھا اب بوجہ تیرے مہندی لگانے کے آگ سا معلوم ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سبز درخت پر آگ ہے یا یہ کہ تیرے سر کے کچھ بال سیاہ ہیں اور کچھ سرخ ہیں اور یہ تلمیح ہے ایک آیت کی طرف ۱۲

کالبد جوجو آزادگان ‌ / ‌ در تہ سنگ ستم افتادگان

آرد کناں بسکہ بفرسود و کاست ‌ / ‌ موے تو پر گرد ازاں آسیاست

پشت تو مانند کماں گشت کوز ‌ / ‌ خشک شدہ پوست براں ہمچو توز[1]

رشتۂ اشک تو براں بستہ زہ ‌ / ‌ ناوک آہِ تو براں تیز نہ

جز پے آں نیست کہ کارے کنی ‌ / ‌ در رہ مقصود شکارے کنی

قد تو لام و الف آمد عصا ‌ / ‌ ہر دو پے نفی وجود تو لا

یعنی از آئینۂ لوح وجود ‌ / ‌ نفی شود صورت بود تو زود

یک نفَسی زود وقت شمار ‌ / ‌ تا نہ کند شیشہ دو چشم تو چار

با ہم انار زنا دیدنت ‌ / ‌ خلق بہ فریاد ز نشنیدنت

سنگ زنِ دندانت شدی سخت سخت ‌ / ‌ پنہ ‌ / ‌ موم کنوں پیش تو چوں سنگ سخت

با ہمہ رخنہ کہ بہ دنداں تست ‌ / ‌ نامدہ یک حرف بروں زاں درست

نایدت از دست کہ جنبی زجاے ‌ / ‌ تا نشود[2] دست مددگار پاے

لرزش دست تو بہ ہنگام کار ‌ / ‌ بردہ ز دست تو بروں اختیار

چوں گرہ سیم[3] شدہ مشت تو ‌ / ‌ رفتہ چو سیماب ز انگشت تو

[1] توز ایک درخت کا پوست ہے جو کمان وغیرہ پر اسکی مضبوطی کے لیے لپیٹتے ہیں ۱۲ [2] یعنی جب تک کہ ہاتھ سے سہارا نہیں دیا جاتا تو اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا ۱۲ [3] ایک وقت میں تیری مٹھی گرہ سیم معلوم ہوتی تھی مگر وہ خوبی تیرے ہاتھ سے ایسی رخصت ہو گئی جیسے کہ سیماب اُڑ جاتا ہے، یا جو سختی تیری مشت میں تھی اب وہ باقی نہیں ہے ۱۲

قوت امساک[۱] نماندت بدست ‌ ‌ گرچہ کہ امساک ترا دست بست
قاعدۂ حرص جز امساک نیست ‌ ‌ چارۂ امساک بجز خاک نیست
پیش کہ در خاک روی خاک شو ‌ ‌ (شوخی) ‌ ‌ پیش کہ ناپاک روی پاک شو
پیر شدی شیوۂ پیرانہ گیر ‌ ‌ شیوۂ پیرانہ خوش آید ز پیر
دست ز فتراک[۲] جوانان بدار ‌ ‌ عشق و جوانی بجوانان گزار
چون[۳] تو ازیں پیری خویشی ملول ‌ ‌ کے کند طبع جوانان قبول
پیر شدی رو بہ کنار از میان ‌ ‌ خوش نبود صحبت پیر و جوان

حکایت سیہ شدن سفید موے از نفس آں خورشید گرم خوئے کہ با زلف شبرنگ دم از صبح سفید موے زد

فصل خزاں کز دم باد وزاں ‌ ‌ کارگہ رنگ رزاں شد رزاں
باغ جواں صورت پیری گرفت ‌ ‌ سبزۂ تر رنگ زریری گرفت
برگ درختاں ز سر شاخسار ‌ ‌ مختلف الواں چو گل اندر بہار
موے سفیدے بقد خم زدہ ‌ ‌ (شدن) ‌ ‌ سینہ اش آتشکدۂ غم زدہ
پاے نشست از تہ داماں کشید ‌ ‌ رخت تماشا بگلستاں کشید

[۱] تیرے ہاتھ میں کسی شئے کے روکنے کی طاقت نہیں اگرچہ تیری ممسکی اور بخل نے تیرا ہاتھ ہمیشہ بند ہی رکھا ۱۲ [۲] فتراک شکار بند ۱۲ [۳] جب کہ تو اپنی حالت پیری کو خود ہی نہیں پسند کرتا تو جوانوں کی نگاہ تجھے کب پسند کرے گی ۱۲

از رہ فکرت قدمے می نہاد ۔ وز سر عبرت نظرے می کشاد
دید کہ با گیسوے چون[۱] پر زاغ ۔ کبک خراماں شدہ طاؤس باغ
معجر[۲] کافوری او مشک پوش ۔ گوہر و زر ز آمدنش در خروش
رنگ حنا را ز کفش خون جگر ۔ ہر سر انگشت چو عناب تر
پنجۂ مرجاں زدہ انگشت او ۔ گوہر خود یافتہ در مشت او
گشتہ ز ہر ناخن او در خضاب ۔ بدر و ہلالے ز شفق رنگ یاب
پیر چو آں دید دل از دست داد ۔ گشت دو تا روے بپایش نہاد
گفت بدیں صورت زیبا کۂ ۔ آدمی و یا پری دیا چۂ
تا ز جوانی ز سر خود بسر ۔ داد دل بے سپر خود بدہ
نیم دمے ہمدم ایں بندہ باش ۔ جمع کن پیر پراگندہ باش
غنچۂ نوشیں بہ تبسم کشود ۔ گفت کہ دیر آمدۂ خیز زود
[۳] روے بره کن ببر از من امید ۔ زانکہ سرم ہست چو معجر سفید
بلکہ تو گوہی بسر ایں معجرم ۔ شعر سفید است ز موے سرم

نی

۱ یعنی اس بڈھے نے باغ میں دیکھا کہ ایک جوان طاؤس بوستاں کی طرح سیر کرتا پھرتا ہے ۱۲
۲ معجر اوڑھنی، چادر یعنی اسکی اوڑھی ہوئی چادر پراگندگی زلف سیاہ پریشاں تھی، دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ گوہر و زر کا جو پاؤں میں زیور تھا وہ اُس کے باغ میں آنے سے شور و فغاں کر رہا تھا، اور یہ ظاہر ہے کہ چلنے میں پاؤں کا زیور بولتا ہے ۱۲ (عبد الباری آسی) ۳ یعنی اُس چادر سفید کی مانند میرے بال سفید ہیں ۱۲

پیر چو از موی شنید این خبر
خاست چو مو حالی و پیچید سر

تازه گل از پیر چو آں شیوه دید
پرده کافور ز سنبل کشید

موی خود آورد ز معجر بروں
چوں شبهٔ شبرنگ چو شب قیرگوں

پیر بنالید که ای در فروغ
مه ز تو کم بهر چه بود این دروغ

گفت پی آں که کنم آگهت
کانچه زند از طلب یار رهت

زاں سبب افتاد ز راهیم ما
هر چه نخواهی تو نخواهیم ما

پیر شدی جامی و عمر از شصت
رشتهٔ پیوند بهفتاد بست

یاد جوانی و جواناں مکن
قبلهٔ جاں جز در جاناں مکن

مقالۂ شانزدهم در شرح حال نورسیدگان غرهٔ بعهد جوانی که غرهٔ ماه عیش و کامرانی است

ای شده با موی سیه از غرور
از نظر موی سپیداں نفور

رخ ز سفیدی بسیاهی منه
نور الهی بملاهی منه

طفلی و چوں شیر شده موی پیر
هست عجب نفرت طفلاں ز شیر

زاغ سیاهی تو دریں بوم بیم
کے هلد از باز سفیدت سلیم

تکیه بر اسباب جوانی مکن
هر چه تواں تا بتوانی مکن

باز و تو گر مثل آهن است
پوست اگر بر تن تو جوشن است

خم نہ کنی بہر خدا پشت خویش — سخت کمانی مکن اے سست کیش
دست اجل موم کند آہنت — تیغ قضا چاک کند جوشنت
قوت بسیار تو چوں کم شود — گر ہمہ تیر است قدت خم شود
پیش کہ[1] سازد فلک عشوہ دہ — ق — پشت ترا ہمچو کماں تن چو زہ
باش کماں در پے طاعت دراں — گوشہ گزیں از رہِ تحسین گراں
بر تنِ خود راہ ریاضت کشائے — از تنِ[2] خود کم کن و در جاں فزائے
سالک رہ خشک بدن بہ بود — تنگ نزند اسپ کہ فربہ بود
تا شدہ پشتِ تو ز پیری دوتاہ — راہ ہمی رو پے پیران راہ
بر صفت و نیند چو پیراں امیر — باش بفتراک امیراں اسیر
تا نہ از ایشاں با سیری رسی — کے بود امکاں کہ بہ پیری رسی
بر در ہر پیر کمر بستنت — بہ کہ بسر تاج خداوندیت
پایۂ آں تاج بود بس بلند — کنگر آں را کمر آمد کمند
کوہ کہ صد کانِ گہر یافت است — تاج بلندی ز کمر یافت است
سرکشی کات بروں کن ز سر — میم صفت بند گرہ در کمر
در قدم پیر سبک پایہ شو — وز کمرش گنج گرانمایہ شو
چوں تو بخدمت مددش می کنی — آں مدد از بہر خودش می کنی

[1] پیش کہ الخ یعنی پیش از آنکہ ۱۲
[2] یعنی جسم کو گھٹا دے اور جان کو بڑھا ۱۲

آب چو ریزے بکفش در وضو
چہرۂ اقبال دہی شست و شو

سنگ زر راہش چو نہی بر گراں
پلۂ طاعات کنی زاں گراں

کفش تہی چوں نہیش زیر پائے
بر سر افلاک شوی کفش سائے

رکوہ کہ در ہمرہی او بری
آب ز سر چشمۂ حیواں خوری

خاک رہش را بمژہ روب پاک
تا شودت دیدۂ جاں سرمہ ناک

غاشیۂ دولت او کش بدوش
تا شودت ستر کرم عیب پوش

تا نشوی پیر چو پیران کار
دست خود از دامن خدمت مدار

پایۂ پیری بجوانی مجوے
راہ ارادت بہ امانی مپوے

ترسمت آں پایہ نگردد لباز
مانی از آداب جوانیت باز

حکایت زاغی کہ رفتار کبک می آموخت و رفتار خود فراموش کرد

زاغے ازاں جا کہ فراغے گزید
رخت خود از باغ براغے کشید

زنگ زدود آئینۂ باغ را
خال سیہ گشت رخ راغ را

دید یکے عرصہ بدامان کوہ
عرصہ[۱] دہ مخزن پنہان کوہ

سبزہ و لالہ چو رخ مہوشاں
دادہ ز فیروزہ و لعل نشاں

۱ یعنی ایک پہاڑی میدان دیکھا جس کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ تمام معدنیات اس میں موجود ہیں جس کا بیان دوسرے شعر میں ہے کہ سبزہ اور لالہ کو دیکھ کر فیروزہ اور لعل کی تصویر نظروں میں پھر جاتی ہے۔

نادره کبکی به جمال تمام / شاهد آن روضهٔ فیروزه فام

فاخته گون صدره[1] بر کرده تنگ / دوخته بر صدرهٔ سنجاب رنگ

تیهو و دراج بر و عشق ساز / بر همه از گردن و سر سرفراز

پایچه برزده تا ساق پای / کرده ز چستی بسر تیغ جای

بر سر هر سنگ زده قهقهه / پی سپرش همره و هم بی رهه

تیز رو و تیزدو و تیزگام / خوش پرش و خوش روش و خوش خرام

هم حرکاتش متناسب بهم / هم خطوا[2]تش متقارب بهم

زاغ چو دید آن ره و رفتار او / وان روش و جنبش هموار او

با دلی از دور گرفتار او / رفت بشاگردی رفتار او

باز کشید از روش خویش پای / در پی او کرد به تقلید جای

بر قدمش او قدمی می کشید / واز قلم پا رقمی می کشید

در پیش القصه در آن مرغزار / رفت بران قاعده روزی سه چار

عاقبت از خامی خود سوخته / رهروی کبک نیاموخته

کرده فرامش ره و رفتار خویش / مانده غرامت زده در کار خویش

هر کس ازین دائرهٔ تیز رو / هست درین دیر بواری گرو

---

[1] صدره بشانا پکر، واسکت، صدری ۱۲ [2] جمع خطوه بالفتح، قدم - متقارب قریب با هم ۱۲

جامی ازو دارد همه سادگی | تاجور مسند آزادگی

مقالۂ هفدهم در اشارت بحسن خوبان و جمال محبوبان که دلفریب‌ترین گل این بهارستان اند و ناشکیب‌ترین نقش این نگارستان

نقش سراپردهٔ شاهی ست حسن | لمعهٔ خورشید الٰهی ست حسن
حسن که در پردهٔ آب و گل ست | تازه کن عهد قدیم دل ست
آنکه شد این سلسله بنیاد زو | لایحهٔ[۱] حسن دهد یاد زو
تا که چنین کشتهٔ هر مهوشیم | سوختهٔ خرمن از آن آتشیم
در دل هر سوخته جوششی که هست | وز لب هر خسته خروشی که هست
یک شرر از گرمی آن آتش ست | وقت کسی خوش که به آتش خوش ست
ای که بشکل خوشت آراستند | فتنهٔ ارباب نظر ساختند (خواستند)
قد تو سرویست بهشتی چمن | روی تو شمعی ست بهر انجمن
صورت موزون تو نظم جمال | مطلع[۲] آن جبهه فرخنده فال
جبهه‌ات از نور چو[۳] مطلع نوشت | ابروت از مشک دو مصرع نوشت
سطری از ابروی تو خوشتر نبود | لیک کج آمد چو به مسطر نبود

[۱] لایحه شعله تابان، درخشندگی، چمک دمک ۱۲ [۲] مطلع آن ـ یعنی اس نظم کا مطلع ۱۲
[۳] حسن اور حسین سے تخاطب ہے ۱۲

تابد ازاں مطلع[51] مہر ارتفاع
بر مہ رخسار تو ہر دم شعاع

ہست دو چشمش ز شعاعش دو عین
بینی سیمیں الفی بین بین

چشمۂ نوشت[52] کہ عجب جانفزاست
از لب تو تا لب آب بقاست

خضر خطت خرقہ کبود آمدہ
بر لب آں چشمہ فرود آمدہ

گوی زنخدان تو با گوی سیم
ہست چو سیبی ز لطافت دو نیم

آب لطافت چکد از غبغبت
نیست بسی راہ ازاں تا لبت

بلکہ خوی طلعت رخشان تست
گرد شدہ زیر زنخدان تست

خال زنخدانت بدل تنگیٔ
ماندہ بگرداب بلا زنگیٔ

بر لبت آں دانۂ مشکیں کہ ہست
تخم غم ہر دل غمگیں کہ ہست

مشک بر خسار چو گلنار تو
نقطہ زدہ بر خط رخسار تو

ورد طری[53] لرزہ کناں بر لبت
کبک دری طوق کش گردنت

سینۂ تو چوں دل عشاق صاف
جیب کساں چاک از و تا بناف

از ستم بازو تو گردہ بسیم
زاں زدہ بر ساعد تو پنجہ سیم

با تو اگر دولت[54] ہم زانوئے
ہست نصیب کہ نہ آں ہم توئے

---

[51] مطلع مہر ارتفاع سے مراد یہاں ابرو ہے ۱۲ [52] دہن کو چشمۂ آب حیات اور سبزۂ خط کو خضر بوجہ سبز پوشی کے کہا ہے ۱۲ [53] ورد، گلاب، طری تازہ نیا ۱۲ [54] یعنی اگر کوئی تیرا ہم زانو ہے تو وہ خود تو ہی ہے مولانا نظامی نے فرمایا ہے [55] چو تو گر کسے باشد آنہم توئی ۱۲

بہر تماشا گری روے خویش — آئینہ کن لیک ز زانوے خویش
نیست تو ہم قدمے حد کس — سایۂ تو ہم قدم تست و بس
صدرہ اگر از قدم فکر و رائے — از سرت آئینہ فرو تا بپاے
یک بیک اعضاے تو موزوں بود — ہر یک ازاں دیگرے افزوں بود
جلوۂ حسن تو در افزونی ست — آئینۂ چونی و بیچونی ست
جلوۂ ایں آئینۂ نور بار — از نظر بے بصراں دور دار
صورت چونی شدہ از وے عیاں — معنی بیچوں شدہ در وے نہاں
قبلۂ ہر دیدہ دریں آئینہ ست — منظر اہل نظر ایں آئینہ ست
کور چہ داند کہ در آئینہ چیست — عکس خود افگندہ در آئینہ کیست
چہرہ[1] نہاں دار کہ آلودگاں — جز رہ بیہودہ نہ پیمودگاں
چون بہ جمال تو نظر وا کنند — آرزوے خویش تمنا کنند
دیدۂ شہوت نتواند بست — از غرض خاطر صورت پرست
با تو بجز راہ ہوا نسپرند — جز بغرض روے ترا ننگرند
روے غرض چوں نبود نورمند — ق — زود ازیں آئینۂ دلپسند
سیر[2] شود چشم غرض بین شاں — رنج و ملامت شود آئین شاں

[1] تجھ کو چاہیے کہ تو پردے میں رہے آگے چل کر اُس کی وجہ بیان کی ہے ١٢ [2] یعنی چونکہ وہ لوگ صرف غرض کے لیے تیری طرف آنکھ اُٹھاتے ہیں اور غرض کی آنکھ کبھی نورمند نہیں ہوتی اس لیے وہ جلد تجھ سے سیر ہو جاتے ہیں ١٢

از نظر انداختہ خوارش کنند — تیرہ رخ از گرد و غبارش کنند

حکایت زنگی کہ روئے خود را در آئینہ برنگ بد دید و آئینہ را از عکس روئے خود نپسندید

دیو نژادے[1] چو یکے تیرہ ابر — لب چو خم نیل کبود و سطبر
رنگ چو انگشت نیفروختہ — چہرہ چو چوبیں طبق سوختہ
ماندہ دہن چوں دہن حقہ باز — جیفہ — نا شدہ ہمچوں در محنت فراز[2]
یافت بر آئینۂ گرد ناک — ساخت بدامن رخش از گرد پاک
دیدہ چو بر روے وے آرمید — شکل بد انساں کہ شنیدی بدید
آب دہاں بر رخ پاکش فگند — وز کف خود خوار بخاکش فگند
گفت کہ تا قدر تو نشناختند — بر رہت ایں گونہ بینداختند
پیش کساں نیستی مقدار تو — نیست جز از زشتی دیدار تو
طینت اگر پاک چو من بودیے — کے بگل و خاک وطن بودیے
ہر بد و نیکی کہ پے اندرے ست — بہرۂ ہر چیز بقدر وے ست
چوں برخ خویش نظر بر گشاد — عیب بر آئینہ نہ بر خود نہاد
بود ہمہ نور صفا آئنہ — شد ز رخش عیب نما آئنہ

[1] دیو نژاد سے مراد قوی ہیکل، سیاہ، بدصورت اور بیڈول ہو ۱۲ [2] فراز بند یہ لغات اضداد میں سے ہے اور اس کے معنی بند کے بھی ہیں ۱۲

طلعت او بود بدانسان سیاه — آئینه را چیست ندانم گناه
جامی ازین گنبد آئینه رنگ — هرچه نماید بتو صلح و جنگ
کان سبب احسن و آزارتست — چون نگری صورت کردارتست

مقالهٔ هیژدهم در اشارت بعشق که شور او نمک خوان جگرخواران است وجبر آن جراحت دل افگاران است

رونق ایام جوانی ست عشق — مایهٔ کام دو جهانی ست عشق
میل تحرک[1] بفلک عشق داد — ذوق تجرد بملک عشق داد
چون گل جان بوی تعشق[2] گرفت — با گل تن رنگ تعلق گرفت
رابطهٔ جان و تن ما از وست — مردن ما زیستن ما از وست
علوی و سفلی همه بند و بند — پست شو قدر بلند و بند
مه که بشب نور دهی یافته — پرتوی از مهر بر و تافته
خاک ز گردون نبود تابناک — تا اثر مهر نیفتد بخاک
چون بتن آزاده ز مهرست دل — سنگ سیاه ست دران تیره گل
هرکه نه در آتش عشق ست غرق — از دل او تا بصنوبر چه فرق

[1] میل الخ یعنی آسماں کو حرکت عشق ہی کی بخشی ہوئی ہے، اور وہ اسی وجہ سے گردش میں ہے ۱۲ [2] عشق ہی کا نتیجہ ہے کہ جان نے جب عشق کی بو سونگھی تو وہ قالب خاکی سے مل گئی ۱۲

کار صنوبر چه بود غافلے ‌‌ از غم عشقے که نه صاحبدلے
زندگیِ دل به غم عاشقی ست ‌‌ تارکِ جاں بر قدمِ عاشقی ست
تا نشود عشق[1] به دل بردگی ‌‌ گرمیِ دل نیست جز افسردگی
اے[2] شده کار تو بد از نیکواں ‌‌ جفت صد اندوه ز طاق ابرواں
حال تو از خالِ سیاہاں تباه ‌‌ روز تو از مشک عذاراں سیاه
رہزن خوابت شده چشمان مست ‌‌ توبۂ تو یافته زایشاں شکست
ہر که شد از سرو قداں سرفراز ‌‌ ساخت سرت پست بخاک نیاز
ہر که برخ نقطۂ سودا نهاد ‌‌ داغ غمت بر دل شیدا نهاد
ہر که بلب آب حیات آمدست ‌‌ رخ ز خطش در ظلمات آمدست
گه دم از اندیشۂ ماہے زنے ‌‌ سر به فلک بینی و آہے زنے
گه ز گلے خرم و خنداں شوی ‌‌ نغمه سرا بلبل بستاں شوی
گه بغزالے دل شیدا دہی ‌‌ روے چو دیوانه به صحرا نہی
یار[3] ہم آغوش ہم باده نوش ‌‌ تو پس زانوے غم اندر خروش
یار ہم آواز ہم پرده ساز ‌‌ تو ز تب فرقت او در گداز

۱ه یعنی اگر عشق نہ ہو تو دل افسردہ ہو جائے ۱۲ ۲ه یعنی اے وہ شخص کہ تو حسینوں سے عاجز آگیا ہے ۱۲ ۳ه یعنی تو کیا اپنا دل ادھر اُدھر لگاتا پھرتا ہے ذرا ہوش میں آ، دوست تو خود تیرے پاس موجود ہے تو بے کار سرگرداں پھرتا ہے ۱۲

یار ہم آہنگ بہ سینہ تنگ — دمش — تو ز غمش کوفتہ بر سینہ سنگ
زیرکی ورزو چناں گیر یار — کش بود اندر دل و جانت قرار
محرم خلوت گہ رازت شود — مونس شبہائے درازت شود
چغدۂ جلوہ بہر کاخ چند — مرغ نغمہ بہر شاخ چند
جلوہ گر کنگر یک کاخ شو — نغمہ زن طارم[۱] یک شاخ شو
رو بیکے آر کہ فرخندگیست — ترک دوئی کن کہ پراگندگیست
میوۂ مقصود کے آرد درخت — تا نہ کند پائے بہ یکجائے سخت

حکایت عاشقے کہ درحضور معشوق بقصد دیگرے دیدہ کشاد و بداں کج بصرے از نظر معشوق افتاد

بوالہوسے بر سر راہے رسید — جلوہ کناں چاردہ ماہے بدید
ہالہ شدہ گرد قمر مجمرش — خیمہ زدہ بر مہ و خور[۲] چادرش
نغمہ سرا جنبش خلخال او — نافہ کشا زلف ز دنبال او
نعرہ برآورد کہ اے خود پرست — پائے مکن تیز کہ رفتم ز دست
از تو بہ فریاد شدم ہمنفس — راہ کرم گیر و بفریاد رس

۱ طارم لکڑی کا بنا ہوا مکان، بلند مکان، بالاخانہ ۱۲ ۲ رخساروں کا استعارہ ۱۲

تازه صنم چون شغف[١] او بدید | وان همه شور و شغب او شنید
چون گل خندان ز دم او شگفت | غنچهٔ نوشین شکفانید و گفت
خواهر من هست از اینک ز پی | به ز چو من صد سر یک موی وی
نیست نه خوبان سخن آنجا که اوست | من کیم و صد چو من آنجا که اوست
با شرف حسن خدا داد من | رفت بشاگردیش استاد من
ساده دل آن زمزمه چون گوش کرد | قاعدهٔ کار فراموش کرد
در غلط افتاد ز گفتار او | چشم فرا تافت ز دیدار او
کرد پسے درره و بیره نگاه | دید رهے دور کسے نے براه
بار دگر لب به سخن باز کرد | لابه گری[٢] پیش وے آغاز کرد
بانگ زد آن ماه که اے هرزه گوے[٣] | به که بگردانی ازین هرزه روے
قبلهٔ مقصود یکے بیش نیست | قاصد[٤] آن قبله دو اندیش نیست
شرط طلب ترک دوئی کردن ست | روے ارادت بیک آوردن ست
چون نه یکے رو بدو آوردهٔ | رسم نو ست این که تو آوردهٔ
چند کشیدن ز دو بستان گزند | دیدهٔ دل جامی ازینان ببند
چشم ترا گر نه غبارے[٥] شکے ست | چون نه دو عالم نه رخت دید یکے ست

١ انہماک ١٢ ٢ لابہ گری خوشامد ١٢ ٣ ہرزہ گو۔ بیہودہ گو ١٢ ٤ قاصد قصد کرنے والا ١٢ ٥ اگر تیری آنکھ میں شک کا غبار نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ دونوں عالم کو چھوڑ کر تو صرف ایک ہی کے پیچھے نہیں جاتا ١٢

مقالهٔ نوزدهم در حسب حال خام طبعان که از شعر بشعر دامی ساخته اند و در دست و پائے هجسته وخامی انداخته

بحر ازل موج[1] کرم برگرفت
دامن ساحل همه گوهر گرفت

جوهری طبع سخن[2] پروران
کرد نگاهے بہ فراست دران

هرچه[3] سزا بود بسفتن بسفت
وانچه نه در پرده نسیان نهفت

زان گهر سفته هزاران هزار
گوش جهان را شده بی گوشوار

حیف که این[4] قوم گهر ناشناس
مهره کش ملک امید و هراس

هر که بران[5] نام گهر بسته اند
مهره صفت بر دم خر بسته اند

گوهرے کرده ز شرف زهرگی
زان شرف افتاد بخر مهرگی

اے که رسا از دل دانشورت
مرسله[6] بر مرسله زان گوهرت

پرده گشائے هنر خویش باش
نرخ فزائے گهر خویش باش

باش بدان گنجۂ دوران بهوش
جنس گران را مشو ارزان فروش

۱ یعنی بحر ازل میں ایک موج اُٹھی اور بہت سے موتی ساحل پر آگئے ۱۲ ۲ سخنوروں نے فراست کے ساتھ ان پر نگاہ ڈالی ۱۲ ۳ جو مضامین کہنے کے قابل تھے وہ کہے بقیہ چھوڑ دیے ۱۲ ۴ مراد ان شاعروں سے جو طبع رسا نہیں رکھتے ۱۲ ۵ جن کو یہ موتی سمجھے وہ ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گدھے کی دُم پر کوڑیاں لگائی ہیں ۱۲
۶ مرسلہ گلوبند ۱۲

داشت فلک چوں تو ارزانیش — تو دہ ارزاں زگراں جانیش
چند ز تار طمع و پود لاف — بر قد ہر سفلہ شوی حلہ باف
چند نہی نام لئیماں کریم — چند کنی وصف سفیہاں[1] حکیم
آنکہ بصد نیش یکے قطرہ خوں — ناید از امساک ز دستش بروں
نام کفش قلزم احساں کنی — وصف بہ بحر گہر افشاں کنی
واں کہ بہ تعلیم گہ ماہ و سال — شکل الف را نشناسد ز دال
عارف آغاز ازل خوانیش — واقف انجام ابد دانیش
وانکہ چو از گربہ بر آید خروش — رو نہد از بیم بسوراخ موش
شیر ژیاں پیل دماں خوانیش — بلکہ دلاور تر ازاں دانیش
ایں ہمہ اندیشۂ ناراست چیست — اینہمہ آئین کم دکاست چیست
اینہمہ از حرص و طمع زادہ است — (بیت افتادہ) خود کہ ز حرص و طمع آزادہ است
دور بود حرص و طمع از شبع[2] — گرسنہ چشم اند حروف طمع
شب کہ طمع بر تو کمیں آورد — پشت قناعت بزمیں آورد
رخت بہ بیغولۂ[3] ماتم کشی — بیہدہ چند افترا ہم کشی
پوست[4] کنی معنی استاد را — عور کنی طرفۂ بغداد را

---

[1] سفیہ، بیوقوف، احمق، نادان ۱۲ [2] شبع - سیری، پیٹ بھرنا ۱۲ [3] بیغولہ، گوشہ ۱۲

[4] یعنی استادان زمانہ کے بہترین مضامین کو تو خراب کرتا ہے، اور بغداد کی نادر چیزوں کو بیرونق کرتا ہے، نیز طرفہ دختر عبداللہ بن احمد کا نام تھا ۱۲

بہ کشی از شاہد اطلس لباس
اطلس سازیش لباس از پلاس

قافیہ معیوب و روئے[۵۱] ناروا
علت و زنش الم بے دوا

صدر و عجز بے مزہ و خام او
حشو خبر دادہ خود از نام او

از تعب طبع کج اندیش خویش
چوں شوی آسودہ نہی پیش پیش

کہنہ دواتے چو دل تار و تنگ
کاغذی از تیرہ رخست بردہ رنگ

خامہ چو نظم سخنت سخت و سست
املائے ناراست و خط نادرست

گشتہ دو تا میل سوادش کنی
واسطۂ نیل مرادش کنی

در سر و دستار زنی صبحگاہ
قطرہ زناں تا در اصحاب جاہ

خواجہ بروے کہ مبیناد کس
منتظر اد شنبا د کس

چوں بدر آید پس صد انتظار
بر زبرے[۵۲] بہتر از خود سوار

پیش روی بوسہ بپایش دہی
لابہ کناں داد ثنایش دہی

رقعۂ شعر آوری از سر بروں
صد رقم از حرص و طمع در دروں

آردش آں رقعہ کہ صد پارہ باد
نامۂ عصیاں[۵۳] قیامت بیاد

تا نہ خورد زخم سفاہت ز تو
رقعہ ستاند بہ کراہت ز تو

---

۵۱ روی وہ حرف جس پر قافیہ کا دارو مدار اور انحصار ہو ۱۲ ۵۲ زبر۔ قوی۔ توانا۔ کمیاب، درازگوش

۵۳ یعنی آپ کی تحریر دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ نامۂ اعمال ہے ۱۲

او زبانِ[1] طلبت در گرہ مز — حرص تو دندانِ طمع کردہ تیز
بیہدہ گفتارِ تو در مدحِ کس — نقش بر آبست گرہ بر نفس
مزد بر آں بیہدہ بیہودہ است — خاصہ ازاں کس کہ نفرسودہ ست
طرفہ کہ کاری بہ تبرع[2] کنی — باز براں مزد توقع کنی
سوخت جہاں از طمعِ خامِ تو — خلق بہ جاں آمدہ ز ابرامِ[3] تو
ترکِ لجاج و کمِ ابرام گیر — یکدم ازیں دغدغہ آرام گیر
خواجہ زفضلِ تو بصد دل ملول — تو زندیمیش زبان پُر فضول
تو بحضورش بسرور آمدہ — او ز حضورِ تو نفور آمدہ
منتظرِ وقت نشستہ کہ چوں — با تو دہد نفرتِ خاطر بروں

حکایتِ مدح گفتن لاغری شاعر خواجہ را کہ بر وے لباسِ آسودگی از فربہی تنگ آمدہ بود

فربہی از خوانِ سخن پروری — شاعریش کردہ لقب لاغری[4]
گفت بہ نظمِ خوش و شعرِ فصیح — بہرِ یکے خواجۂ فربہ مدیح

[1] یعنی اسلئے وہ اس قصیدہ مدحیہ کے کاغذ کو مجھ سے لے لیتا ہو کہ تو اُسے بیوقوف نہ بنائے اور اسکی ہجو نہ کرے ۱۲ [2] بے معاوضہ کوئی کام کرنا یہاں مراد فضول اور بیضرورت ہے ۱۲ [3] ابرام کسی بات کا یکتا ارادہ کرنا، ہٹ ضد، اصرار سے عاجز کرنا ۱۲ [4] لاغری اس شاعر کا تخلص ہے جس نے ایک فربہ کی مدح کی ۱۲

خواجہ بعکس چو بہ بحثش شنید | بوی توقع بمشامش رسید
کرد ازاں نامۂ پر رنگ و ریو | خاطر او رم چو ز لاحول دیو
خواست ازاں انجمن پرگزند | کرد توجہ سوی قصر بلند
چون نفس از فربہیش گشتہ تنگ | در رہش افتاد زمانی درنگ
گفت بدو لاغری مدح سنج | فربہیت مید ہدای خواجہ رنج
خواجہ ازاں نکتہ چو گل برشگفت | با دل صد پارہ بخندید و گفت
رنج ہمہ گرچہ[۱] ز تن پروریست | رنج من اکنون ہمہ از لاغریست
لاغری از فربہیم دستبرد | در کف صد محنت و رنجم سپرد
جان تو جامی بدرون لاغرست | حرص تو از جان تو فربہ ترست
عمر گران مایہ بسر می بری | خالی ازین فربہی و لاغری

مقالۂ بستم در پند دادن فرزند ارجمند کہ در بوستان طفولیت بہ نبات حسن پروردہ باد و در میدان بلاغت بنہایت کمال پی آوردہ

ای شب امید مرا ماہ نو | دیدۂ بختم بجمالت گرو
ازپس سی روز برآید ہلال | روی نمودی تو پس از چند سال شفقت

[۱] یعنی ہے تو تمام مصیبت موٹے پن سے مگر فی الحال تو یہ تکلیف مجھے لاغری سے پہونچی ہے ۱۲

سال تو چار[۵۱]ست بوقت شمار　　چار تو چل باد و چلت باد چار

هر چل تو یک[۵۲] چله کز علم و حال　　سیر کنی در درجات کمال

نام تو شد یوسف مصر وفا　　باد لقب دولت دین را ضیا

می کنم از خامهٔ حکمت نگار　　بهر تو این نامهٔ حکمت نگار

گرچه ترا نیست کنون فهم پند　　چون بحد فهم رسی کار بند

تا نه شود برقع روی تو موی　　پا منه از خانه به بازار و کوی

سلسله بند قدم خویش باش　　حبس نشین حرم خویش باش

هیچگه از صحبت همخانگان　　رخت مکش بر در بیگانگان

طلعت بیگانه نه میمون بود　　خاصه که سالش ز تو افزون بود

گر به دبستان سر کارت دهند　　لوح الف بے بکنارت دهند

پهلوی هر سفله[۵۳] مشو جانشین　　از همه یکتا شو و تنها نشین

گرچه بخود نیست[۵۴] کج اندام الف　　بین که چسان کج شده در لام الف

لوح خود آنجا که نهی در کنار　　چون[۵۵] الف انگشت ازو بر مدار

---

۵۱ یعنی تیری عمر چار سال کی ہے مگر خدا کرے چار سے یہ عمر چالیس کو پہنچے اور پھر چالیس کی چار سے ضرب ہو جائے یعنی ۱۶۰ ہو ۱۲ ۵۲ خدا کرے تیری ہر چالیس دن کی مدت ایک چلہ ہو جائے جس میں تو علم و کمال اور کشف و حال کے درجات کی سیر کرے ۱۲ ۵۳ سفلے سے مراد یہاں اوباش اور بدچلن لڑکے ہیں ۱۲ ۵۴ یعنی صحبت کا اثر پڑتا ہے، الف اگرچہ بذات خود سیدھا ہے مگر لام الف میں ملنے سے ٹیڑھا ہو جاتا ہے ۱۲

۵۵ یعنی محنت کے ساتھ برابر پڑھتا رہ ۱۲

دال وش از شرم فگن سر بہ پیش / صاد صفت و ز بر آں چشم خویش

خندہ زناں گاہ بآں گہ باین / رشتۂ دنداں منما ہمچو سین

دل مکن از فکر پریشاں و بیم / تنگ دہن باش ز گفتن چو میم

گوش مکن بیہدہ ہر قیل و قال / تا نہ کشی درد سر گوشمال

دار ادب[1] درس معلم نگاہ / تا نہ شوی طبلک تعلیم گاہ

سیلی او گرچہ فضیلت دہ است / گر تو بہ سیلی نرسانی بہ است

پے چو بسر[2] منزل قرآں بری / روزی ہر روزہ ازاں خواں خوری

چند گرہ زن بمیاں رحل وار / شاہد مصحف بنشاں در کنار

باش ز رخسار نکو فال او / محو تماشاے خط و خال او

ہر چہ کنی زاں گہر سلک خویش / ساز بہ تکرار زباں ملک خویش

حرف نوشتہ بدل طفل خرد / کز لک نسیاں نتواند سترد

چوں تو حق حفظ وے آری بجاے / حفظ حق از جانبت شود غم زدائے

دست طلب[3] دہ بقدم گاہ گاہ / شو بہ سوے خط خطر رو براہ

باز نشاں از رہ کسب کمال / از تو آں نائرہ گرد ملال

کوش بہ تحسین خط از ہر نمط / لیک نہ چنداں کہ شوی جملہ خط

---

[1] یعنی ادب کے ساتھ درس معلم کو سُن تاکہ تو مکتب کا نقارہ نہ بنجائے یعنی ایسا نہ ہو کہ تو مار کھائے ۱۲

[2] مراد یہ ہے کہ جب تو قرآن شریف پڑھنا شروع کرے اور اُس کا روزانہ سبق پڑھے ۱۲

[3] یعنی کبھی کبھی خط کی بھی مشق کر ۱۲

صرف مکن بهر سه انگشت خویش — از گهر پر هنر مشت خویش

شعر اگرچه هنر دیگر است — شمّهٔ از عیب بشعر اندر است

شعر که عیبش[۵۱] ز میان سر زند — همت پاکانش قلم در زند

در فتدت گه گهی اندیشه اش — کوش که چون من نکنی پیشه اش

هر نفس آمد گهر ارجمند — قیمت آن بیشتر از چون و چند

وان گهر از دست مده رایگان — خاصه که در مدح فرو مایگان

محنت این کار بخود ره مده — رنج کشی در طلب علم به

تاج سر جمله هنرهاست علم — قفل گشای همه درهاست علم

در طلب علم کمر چست کن — دست ز اشغال دگر سست کن

با تو من از علم چه گویم سخن — علم چو آید به تو گوید که کن

علم کثیر آمد و عمر قصیر — آنچه ضروریست بآن شغل گیر

هرچه ضروریست چو حاصل کنی — به که عمارت گری دل کنی

نیست عمارت گری دل که دل — در[۵۲] کشی از کشمکش آب و گل

پای[۵۳] بدامن کشی و سر بجیب — تن بشهادت دهی و جان بغیب

---

۵۱ یعنی شعر کہنا اگرچہ ایک دوسرا ہنر ہے مگر پاک لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے اس لیے کہ اس سے کبھی کبھی کچھ عیوب بھی پیدا ہوتے ہیں ۱۲ ۵۲ یعنی مسلک درویشی اختیار کریں دل کی عمارت گری ہے ۱۲ ۵۳ یعنی قناعت کر ظاہرا موجود رہ اور باطناً عالم غیب کے پاس غایب رہ ۱۲

یاد خدا بندگی ہش کنی ہرچہ بجز اوست فرامش کنی

حکایت پیر ہوشیار با مرید فراموشکار

ساده مریدی ز جہاں شستہ دست آمد و در صحبت پیری نشست

گرم نہ کردہ بزمیں جا ہنوز خاست ازاں انجمن جاں فروز

پیر بر آشفت کہ تعجیل چیست نفتر ز پرواز دم جبرئیل چیست

گفت قضا[۱] پردہ کش ہش گشت نادرہ چیزیم فراموش گشت

می روم ایں لحظہ بہر راہ و کوے تا کنم آں گمشدہ را جستجوے

پیر خروشید کہ اے بوالہوس در دو جہاں[۲] ہست یکے چیز و بس

کاں نہ سزاوار فراموشی ست قبلۂ گویائی و خاموشی ست

گر ہمہ آفاق در آغوش تو باشد و آں چیز فراموش تو

غایت آگاہی تو غافلی ست حاصل اوقات تو بیحاصلی ست

ور بود آں چیز فرا یاد تو شاد کن خاطر ناشاد تو

گو دو جہاں گشتہ فراموش باش لب ز سخن شاں شدہ خاموش باش

جامی ازیں مشغلہ خاموش کن ہرچہ جز آں چیز فراموش کن

زانکہ سر انجام تو خاموشی ست و آخر کار تو فراموشی ست

۱ یعنی اس وقت ایک عجیب واقعہ پیش آیا میری ایک چیز کہیں گم ہوگئی ہے اُسے ہر گلی کوچے میں ڈھونڈھنے جاتا ہوں ۱۲ ۲ یعنی ایک ہی چیز دونوں جہاں میں یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ خدائے کریم اور اس کی یاد ۱۲

درختم کتاب وخاتمہ خطاب تحفۃ الاحرار گوید

خامہ چو بر موجب جف القلم[۱] — خشک بنا شاد ازین خوش رقم
بہر دعا از لب ام الکتاب[۲] — حرف سقاک اللہش[۳] آمد جواب
روح امیں دست بآمیں کشاد — چرخ بریں سبحۂ پرویں کشاد
گوہر ازاں سبحہ بپایش فگند — (ن فشاند) در قدم غالیہ سایش فگند
گفت جزاک اللہ ازیں فیض پاک — از تو بسجادہ نشینان خاک
نقش شفاخانہ عیسے ست ایں (ن نامۂ جانیست) — یا رقم خانۂ مانی ست ایں
غنچۂ از گلبن ناز آمدہ — یا گلے از گلشن راز آمدہ
حرف کش دفتر فرزانگی ست — تازہ کن مایۂ دیوانگی ست
قفل کشائے در کاخ صفاست — عطر فزائے گل شاخ وفاست
صبح طرب مطلع انوار اوست — جیب ادب مخزن اسرار اوست
نظم کلامش نہ بغایت بلند — تا نشود ہر کس ازاں بہرہ مند
از خس و خاشاک چو صافست آب — می نشود بر در گوہر حجاب
لفظ خوش و معنئ ظاہر درو — آب زلال ست جواہر درو
سر معانیش نہ زانساں دقیق — کش نتواں یافت بفکر عمیق

۱؎ جف القلم بما ہو کاین فی الازل" یعنی وہ باتیں جو ہونے والی ہیں قلم نے ازل میں لکھدیں اور خشک ہوگیا یعنی اب بدل نہیں سکتا ۱۲ ۲؎ ام الکتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہے ۱۲ ۳؎ سقاک اللہ یعنی خدا تجھے سیراب کرے ۱۲

شاهد اسرار وی از صوت و حرف — کرده لباسی ببر خود شگرف
بستهٔ[۱] حروفش تتق مشک فام — حور مقصورات فی الخیام
ماشطهٔ[۲] خامه چو آراستش — از قبل من بقی خواستش
تحفهٔ احرار لقب دادمش — تحفه باحرار فرستادمش
هر که بدل از خردش روزنست — در نظرش هر ورقی گلشن ست
راست چو نهاست در آنجا سطور — پر گل شادی و نهال سرور
جوی زر از جدول شان آبخورد — سبزهٔ تر گردد از لاجورد
کرد مجلد سوی جلدش چو میل — داد ادیم از سر مهرش سهیل
زهره شد از چنگ خوش آوازه اش — تار بریشم ده شیرازه اش
هیکل آیات گرامی ست این — حرز حمایت گر جامی ست این
باش خدایا بکمال کرم — حافظ او ز آفت سر کج[۳] قلم
ظلمت کلک وی ازین حرف نور — دار چو انگشت بد اندیش دور
کلک وی از چوب عوان بدتر است — وزن کش و قافیه ویران گر است
چون بتراشد ز سر[۴] خامه نیش — سازد از آن نیش دل نامه ریش

ف۱ اس کتاب کے حروف سیاہ تتق میں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے حوریں خیموں میں چھپی ہوئی ہوں ۱۲ ف۲ ماشطہ مجازاً آرایش دینے والی عورت کنگھی کرنیوالی ۱۲ ف۳ کج قلم یعنی اسکا قلم سخت لکڑی سے بھی بدتر ہے اور وہ ردیف و قوافی اور وزن کو برباد کر دینے والا ہے ۱۲ ف۴ یعنی اس کے قلم کی نوک جو ایک نیش کی طرح ہے کتاب کے دل کو زخمی کرے گی ۱۲

تیغ کند خامهٔ تبریز را — رشته برد نظم دلآویز را
هر خط وی از خط دانش برون — گشته بسر حد خطا رهنمون
چون خط تقطیع نه بر اصطلاح — کز حک و اصلاح نگیرد صلاح
دیدهٔ حرفی که بود دیده باز — گردد از او وقت کتابت فراز
حرف نگار و چو بکلک از هوس — نقطه نه بر جای نهد چون مگس
گاه زند بر رخ عم خال غم — گاه شود میم ز دستش سنم
بسکه مرید از قلمش مرتد است — ضد دی آنجا که نویسد صد است
چند لب باج حکایت دهم — شکر بتاراج شکایت دهم
شکر که این نامه بپایان رسید — بخیهٔ این خرقه بدامان رسید

مهر نه خاتمهٔ این کتاب
شد رقم خاتم تم الکتاب

تمّت

خاتمة الطبع مطبوعۂ سابق

از گہر ریزی خامۂ نیساں بار مولوی عوض علی صاحب یادگار

آغاز سخن خدا را یاد می کنیم و خاطر را بذکر رسولش شاد، شاعر نبوده ایم که بفلک و ستاره ستیزیم نه منجم که به ثوابت و سیاره درآویزیم، دماغ شاهی نداریم که بار جهانی را بگردن خویش گیریم نے از گدائی که راه کوئے لئیماں پیش گیریم، ناصح نیستیم که دل عاشقاں برنجانیم نه واعظ که افسانۂ بهشت و دوزخ خوانیم، خاطر آزاده ایم کوس بلندنامی میزنیم سر بباده داریم دست بجام جامی میزنیم، لوحش الله چه جامی که سینه اش مخزن اسرار است بارک الله چه جام که نامش تحفة الاحرار ست، نه جامی که میکدۂ عشق را بسیر ایں نه جام که خمکدۂ عرفاں آں بسر خوشی بلند تر از صاحب گلشن راز، و ایں بسرجوشی تند تر از بادۂ شیراز صلائے عام ست جهانی را درین محفل مهماں می کنیم باده می نوشیم و یاد میکشاں می کنیم آں رند مدہوش مولوی عوض علی آرایش جام ایں بساط عالی پرداخته و آں جمشید مشرب منشی نول کشور صاحب سی، آئی، ای، ایں خمکده را خوان یغما ساخته، الٰهی ایں محفل ام از قلقل مینا در جوش باد و ایں باده ما و شما را نوش باد فقط

—— ✧ ——

خاتمۃ الطبع طبع ہفتم

بفضلہ تعالیٰ وقت ست کہ بادہ پرستان خمخانۂ شوق علم را بشارت تازہ نیوشانند کہ باز می پرتکال کلام جامی کہ بہ شش طبع بار ہفتم خم در خم جوش آمدہ مزہ بعد اولیٰ و کرۃ بعد اخریٰ در دور جام در بزم میکشان سرخوش صدای نوشا نوش آمد یعنی باز نوبت طبع مثنوی تحفۃ الاحرار رسید۔

کایں بادۂ عشرت ز ایاغ جامی ست	ویں پرتو احسان ز چراغ جامی ست
بیتابی دل بلبل صد رنگ شناست	ایں غنچۂ نورستہ ز باغ جامی ست

آفریں بر ہمت آں بہار پیرای گلشن سخن و نوابخش سخن سنجان نو و کہن یعنی رئیس ذی وقار عالیجناب معلی القاب منشی رام کمار صاحب دامت سطوتہ ما دار الفلک الدوار کہ زیں سبق شش بار در مطبع فیض منبع الموسوم باودھ اخبار و مطبع نامی منشی نولکشور واقع شہر لکھنؤ ایاغ دل مشتاقاں را لبالب ایں کہن بادہ فرمود و الحال از حسن انتظام کیری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ در مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ بتصحیح و مقابلہ نسخ عدیدہ قلمی و مطبوعہ سنہ ۱۹۴۱ء بار ہفتم پیکر ایں مایۂ نشاط و سرور بہ طبع نور و نمود فالحمد للہ۔

(عبد الباری آسی مصحح)

نوٹ :۔ میں نے جا بجا سے اردو حواشی و فارسی حواشی کا مقابلہ کیا، اردو حواشی واقعی زیادہ واضح و مفید ہیں، طلباء ان سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے، فارسی حواشی اکثر غیر ضروری اور غیر مفید ہیں، اگر اردو حواشی کے ساتھ کتاب چھپے گی تو اس کتاب کے پڑھنے والے زیادہ پسند کریں گے۔

Naa[illegible] 4-5-1941